لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى

ایڈیٹر: ظفر احمد سرور

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

مارچ اپریل
۱۹۹۳

منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو خبر دی وحیِ حق نے اُس سے دِل بیتاب ہے

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقتِ خواب ہے || جو خبر دی وحیِ حق نے اُس سے دل بیتاب ہے

زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر || وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے

ہے سرِ راہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولا کریم || نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے || حیلے سب جاتے رہے اِک حضرتِ توّاب ہے

(منقول از اشتہار النداء من وحی السماء مطبوعہ اخبار "بدر" مئی ۱۹۰۵ء)

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by **The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008. Ph: (202) 232—3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Athens, OH 45701

Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

NON PROFIT ORG
U. S. POSTAGE
PAID
CHAUNCEY, OHIO
PERMIT # 1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک سو تیس ملکوں میں جماعت ہائے احمدیہ کے نام
امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

کا پیغام عید

اللہ تعالیٰ سال رواں کی عید آپ سب کے لئے دین اور دنیا ہر لحاظ سے بابرکت کرے۔ رمضان مبارک کے بعد آنے والی عید دراصل رمضان کی قربانیوں کے قبول ہونے کا ایک علامتی نشان ہے۔ ہم سب اللہ کے فضل سے اس علامتی نشان میں شامل ہو رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ خدا کے ہاں بھی ہماری یہ عید مقبول اور منظور ٹھہرے اور اس عید کی خوشی ایک دن تک محدود نہ رہے بلکہ اگلے رمضان کی برکتوں تک ایک دائمی عید گذرے ہوئے رمضان کی برکتوں کی صورت میں جاری اور ساری رہے۔

اس رمضان میں ہم نے جہاں اور بہت سی برکتیں حاصل کی ہیں ایک برکت یہ بھی حاصل کی ہے کہ اپنی بھوک اور پیاس کے نتیجہ میں اپنے غریب بھائیوں کی ان تکلیفوں کو ایک حد تک محسوس کرنے کا ذریعہ ہمیں میسر آیا اسلئے اس عید پر خصوصیت سے اپنے غریب اور محروم بھائیوں کو اپنی خوشیوں میں شامل کرنے کی کوشش کریں۔

اس پہلو سے سب سے زیادہ مستحق ہمارے مسلمان بھائی، بہنیں اور بچے وہ بوسنین مہاجرین ہیں جو محض اسلام کے نام پر اپنا سب کچھ لٹا کر ظلم کی چکی میں پیسے جانے کے بعد اس وقت مغربی دنیا میں ہر طرف منتشر ہوئے پڑے ہیں۔ ان سب کے دکھ بانٹنا ہماری استطاعت سے باہر ہے لیکن سچے اور گہرے جذبات کے ساتھ ان کے دکھ میں شریک ہو کر ان کے لئے دعائیں کرنا اظہار ہمدردی کا بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن ان دعاوں کی رفعت اور قبولیت کے لئے ضروری ہے کے اپنے عمل سے ہم اپنے جذبات کی سچائی ثابت کریں۔

وہ ممالک جن میں ہمارے یہ معزز بھائی ہجرت کر کے نہیں پہنچے وہاں کی احمدیہ جماعتوں نے غیر معمولی مالی قربانی کے ذریعہ اپنے جذبات کی سچائی کو ثابت کر دیا ہے۔ اس فہرست میں پاکستان کی جماعت اللہ کے فضل سے پہلے نمبر پر ہے۔ اسی طرح بنگلہ دیش، ہندوستان وغیرہ اور دوسرے ایشیائی ممالک کے احمدیوں نے بھی اپنے اخلاص کی سچائی کے بہت پیارے ثبوت پیش کئے ہیں۔

مغربی دنیا میں بسنے والے احمدی نہ صرف مالی لحاظ سے بلکہ عملی طور پر بھی ان بھائیوں کی خدمت میں مصروف ہیں اور ہر جگہ، خاندانی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی ان کو عید میں شریک کیا جارہا ہے۔ پس جہاں جہاں میرا یہ پیغام پہنچے ان بھائیوں کو خصوصیت سے عزت و تکریم دے کر انہیں اپنی عید میں شامل کریں اور میری طرف سے محبت بھرا اور خیرسگالی کا پیغام پہنچائیں اور یقین دلائیں کہ اگرچہ ہماری ظاہری کوششیں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی لیکن ہماری پرخلوص دعائیں ضرور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو نازل کرنے کا موجب ہونگی اور ان کے دکھوں کا ازالہ فرمایا جائے گا اور انہیں قومی لحاظ سے ایک نئی زندگی بسر کرنے کی توفیق ملے گی۔

خدا کرے یہ مخلصانہ دعائیں جلد پوری ہوں۔ آمین

والسلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

تکبّر سے بچو! جس قدر دُنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے خدا سے کرو

"میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو۔ کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہُنرمند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اُس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے۔ ایسا ہی وہ شخص وہ اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصوّر کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا کہ یہ جاہ و حشمت خُدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السّافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحتِ بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حُسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ اور وہ اُس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اُس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اُس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدّت دراز تک اُس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں۔ اور نہ باطل ہوں۔ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دُعا مانگنے میں سُست ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت نہیں کیا۔ اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو! اِن تمام باتوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ۔ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اُس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دُعا کرنے والے کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامُور اور مُرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامُور اور مُرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اُس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پا جاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو۔ اور جس قدر دُنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔"

(نزول المسیح صفحہ ۲۴، ۲۵)

(فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو

خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اہم اور زرّیں ارشادات

صفاتِ الٰہی پر ایمان لانے سے بدیاں دُور ہو جاتی ہیں

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"صفات الٰہی پر ایمان لانے کی کوشش کرو۔ انسان اگر خدا کے علیم خبیر اور احکم الحاکمین ہونے پر ہی ایمان لا دے اور یقین جانے کہ میں اس کی نظر سے کسی وقت اور کسی جگہ بھی غائب نہیں ہو سکتا تو پھر بدی کہاں اور کیسے ممکن ہے کہ سرزد ہو۔ غفلت کو چھوڑ دو۔ کیونکہ غفلت گناہوں کی جڑ ہے۔ ورنہ اگر غفلت اور خدا کے صفات سے بے علمی اور بے ایمانی نہیں تو کیا وجہ ہے کہ خدا کو قادر مقتدر اور احکم الحاکمین علیم وخبیر اور اخذ شدید والا مان کر اور یقین کر کے بھی اس سے گناہ سرزد ہوتے ہیں حالانکہ اپنے معمولی دوستوں، آشناؤں، حاکموں اور شرفاء کے سامنے جن کا نہ علم ایسا اور نہ ان کی طاقت اور حکومت خدا کے برابر۔ ان کے سامنے بدی کا ارتکاب کرتے ہوئے رکتا ہے اور خدا سے لاپرواہ ہے اور ان کے سامنے گناہ کئے جاتا ہے اس کی اصل وجہ صرف ایمان کی کمی اور صفات الٰہی سے غفلت اور لاعلمی ہے۔ پس یقین جانو کہ اللہ اور اس کے اسماء اور صفات پر ایمان لانے سے بہت بدیاں دور ہو جاتی ہیں۔ پھر انسان کی فطرت میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ انسان اپنی ہتک اور بے عزّتی سے ڈرتا ہے اور جن باتوں میں اسے اپنی بے عزّتی کا اندیشہ ہوتا ہے ان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ پس غور کرنا چاہیئے کہ دنیا میں اس کا دائرہ بہت تنگ ہے زیادہ سے زیادہ اپنے گھر میں یا محلے میں یا گاؤں یا شہر میں یا اگر بہت ہی مشہور اور بڑا آدمی ہے تو ملک میں بدنام ہو سکتا ہے مگر قیامت کے دن جہاں اوّلین و آخرین خدا کے کل انبیاء، اولیاء، صحابہ اور تابعین اور کل صالح اور متقی..... بزرگ باپ دادا اور پردادا وغیرہ اور ماں بہن، بیوی بچے غرض کل اقرباء اور پھر خود ہمارے سرکار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں۔ تو ذرا اس نظارے کو ہمیشہ آنکھ کے سامنے رکھو اور پھر دیکھو تو سہی کیا گناہ ہونا ممکن ہے۔ جب انسان ذرا سی بے عزّتی اور معدودِ چند آدمیوں میں ہتک کے باعث ہونے والے کاموں سے پرہیز کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں میری ہتک نہ ہو جاوے تو پھر جس کو اس نظارے کا ایمان اور یقین ہو جس کا نام یوم الآخرۃ ہے تو بھلا اس سے بدی کہاں سرزد ہو سکتی ہے۔ پس یوم الآخرۃ پر ایمان لانا بھی بدیوں سے بچاتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۸ء)

کامیابی کا گُر تقوٰی ہے

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"ایک بزرگ نے تقوٰی کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ ایک شخص نے کھُلے کھُلے کپڑے پہنے ہوئے ہوں جو اِدھر اُدھر لٹکے جا رہے ہوں اور اس نے ایک ایسے تنگ راستہ سے گزرنا ہو جس سے صرف ایک ہی شخص گزر سکتا ہے اور اس راستہ کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں جن کے کانٹے قدم قدم پر اس کے کپڑوں کو کھینچتے ہوں۔ ایسی جگہ سے جس طرح یہ شخص اپنے تمام کپڑے سمیٹ کر صحیح و سلامت گزر جاتا ہے اور اپنے کپڑوں کو پھٹنے نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنی زندگی میں دُنیا کی تمام آلائشوں اور تمام گندوں اور تمام ناپاکیوں سے گزر جائے اور اپنے کپڑوں کو ناپاک نہ ہونے دے۔ اسی کا نام تقوٰی ہے۔ پس کہنے کو تو یہ فقرہ آسان ہے مگر درحقیقت نہایت مشکل ہے۔ اور اس راستہ پر چلنا ہر ایک انسان کا کام نہیں۔ کیونکہ اس کے حصول کے لئے انسان کو بہت سی کوششوں اور ریاضتوں کے کرنے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن جو شخص ہمت کرتا ہے وہ ضرور کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ اور صرف یہی ایک طریق ہے جس سے انسان دُنیا میں اپنے کاموں اور ارادوں میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ اے مومنو! متقی بن جاؤ۔ اس بزرگ نے تقوٰی کے معنی بہت درست کئے ہیں۔ تقوٰی کے معنی بچاؤ کرنے کے ہیں۔ انسان کا نفس جسم ہے۔ پاکیزگی اور طہارت اس کا لباس ہے اور دنیاوی پلیدیاں اور گندگیاں کانٹے ہیں جو ہر وقت پاکیزگی اور طہارت کے لباس کو پھاڑنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ انسان کا یہ کام ہے کہ اپنی

ساری زندگی اس راستہ سے صحیح وسلامت گزرنے کی کوشش کرے اور اس کو ایک تنگ راستہ سمجھے۔ (از خطبہ فرمودہ ۱۹؍مارچ ۱۹۱۵ء)

ہماری زندگی کا ہر لمحہ ذکرِ الٰہی سے معمور ہونا چاہیئے

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

"میں احباب جماعت کو بتا رہا ہوں کہ ہماری زندگی کے ہر لمحہ میں ہر جہت سے خدا تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہم پر نازل ہو رہی ہیں۔ اس لئے ہماری زندگی کا کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو خدا تعالیٰ کی یاد سے خالی ہو یا ذکرِ الٰہی سے معمور نہ ہو۔ کوئی ناسمجھ اپنی جہالت میں جو مرضی کہہ دے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اسلام نے ہمیں بتا دیا ہے اور قرآن کریم نے کھول کر ہم پر واضح کر دیا ہے اس لئے کوئی عقلمند انسان اس علم کے باوجود یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ انسان کے لئے ایک لمحہ بھی خدا کے ذکر سے خالی رہنے کا کوئی جواز ہے۔ قطعاً کوئی جواز نہیں بلکہ انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی یاد میں گزرنے کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی نعماء کا بدلہ اور شکر ادا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ اپنی محدود طاقتوں کے ساتھ غیر محدود نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے کہا جتنی تمہیں طاقت دی ہے اس سے زیادہ تم پر بوجھ نہیں ڈالوں گا لیکن اس نے یہ ضرور کہا کہ جتنی طاقت دی ہے اتنا بوجھ برداشت کر لینا تاکہ میری رضا کی جنتوں میں داخل ہو سکو۔ پس ہم پر دو ذمّہ داریاں ہیں۔ ہم سے مراد افراد جماعت احمدیہ ہیں جن کو میں نصیحت کرنے کا حق رکھتا ہوں اور مجاز ہوں۔ ایک ذمّہ داری یہ ہے کہ ہماری زندگی کا کوئی لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ دوسری ذمّہ داری یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر سے اپنی زندگی کا ہر لمحہ معمور رکھنے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے دل میں یہ شدید تڑپ ہونی چاہیئے کہ انسانیت جو اسلام سے دور پڑی ہوئی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے خدا تعالیٰ کی ہدایت وہی پائے گا جو اس کی طرف جھکے گا۔ اس لئے یہ دُعا ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا کرے وہ بھی انابت الی اللہ کی توفیق پائیں اور اس کے بدلے میں خدا تعالیٰ ان کی ہدایت کے سامان پیدا کرے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت پر عظیم احسان کئے ہیں۔ آپؐ نے انسان کو خدا سے ملا دیا۔ خدا تعالیٰ کرے بنی نوع انسان آپؐ کے ان احسانوں کو سمجھیں اور آپؐ کو درود بھیجنے لگیں اور لوگ اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ معمور رکھیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱؍مارچ ۱۹۷۸ء)

دُعا کریں کہ آنیوالا سال پہلے سال سے بہت بہتر ثابت ہو

ارشاد سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"جماعت احمدیہ کے لئے یہ تبدیلیاں اس قسم کی ہواؤں کا حکم رکھتی ہیں جو خاص سمتوں میں چلائی جا رہی ہیں۔ اگر آپ دوڑنے کی نیّت رکھتے ہیں تو دوڑنے کے لئے کمر کسیں اور تیار ہو جائیں کیونکہ اب یہ وقت چلنے کا وقت نہیں رہا بلکہ تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے آگے بڑھنے کا وقت ہے اور اپنی سابقہ سُستیوں کا ازالہ کرنے کا وقت ہے۔ جو کچھ ہم سے غفلتیں ہوئیں ان پر استغفار کا وقت ہے اور خدا کی طرف سے چلنے والی ان ہواؤں سے پورے استفادہ کا وقت ہے۔ بادبانی کشتیاں جس طرح ہواؤں کے رخ پر بڑھا کرتی ہیں، اسی طرح آپ کی رفتار بھی اسی تیزی سے بڑھنی چاہیئے۔ جس طرح بغیر ہوا کے بادبانی کشتیاں چپو سے چل رہی ہوں اور اچانک ایک پاکیزہ ہوا، عمدہ ہوا جس میں خطرات نہ ہوں بلکہ مبشرات ہوائیں ہوں۔ ایسی ہوا چلنی شروع پڑے اور بادبانی کشتیاں تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف آگے بڑھنے لگیں…… اس کے بعد میں اسی خطبے میں آئندہ سال کی جماعت احمدیہ کو مبارکباد بھی دیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی کی رفتاروں کے پیمانے بدل چکے ہیں۔ اب یہ بات نہیں رہی کہ پچھلے سال سے اتنے فیصد زیادہ پیمانے تبدیل کئے گئے ہیں۔ اس لئے آپ دُعائیں کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ ہماری بلاؤں کو ٹال دے اور بلاؤں کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو اجر کے وعدے ہیں ان کو ہماری توقعات سے بھی بہت زیادہ پورا کرے۔ جو ہم میں سے دُکھی ہیں ان کے دُکھ دور فرمائے۔ جن کے سروں پر خطرات منڈلا رہے ہیں ان خطرات کو دُور کر دے۔ ہمارے نقصانوں کو اپنے فضل سے پورا کرے اور ہمارے نفعوں کو بڑھا دے اور ہر پہلو سے جماعت کے لئے دنیا میں بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی یہ آنے والا سال پہلے سال سے بہت بہتر ثابت ہو۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹؍دسمبر ۱۹۸۹ء)

ڈرتے رہو عقوبتِ ربّ العباد سے

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دُور جاتے ہیں
بے احتیاط ان کی زباں وار کرتی ہے
اک دَم میں اُس علیم کو بےزار کرتی ہے
اِک بات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں
پھر شوخیوں کا بیج وہ ہر وقت بوتے ہیں
سب عضو سُست ہوگئے غفلت سی چھا گئی
قوّت تمام نوکِ زباں پر ہی آگئی
تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگمان سے
ڈرتے رہو عقابِ خدائے جہان سے
شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما
شاید تمہارے فہم کا ہی کچھ قصور ہو
شاید وہ آزمائشِ ربِّ غفور ہو
پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
خود سر پہ اپنے لیا خشمِ خدائے پاک
بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہُوا
جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جا گرا

خطبہ جمعہ

کامیاب داعی الی اللہ بننے کیلئے ضروری ہے

کہ تم حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے در سے صبر کی خیرات حاصل کرو

اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں خدا تعالیٰ کیطرف سے عظیم تبدیلیاں پیدا کرنے کی طاقت عطا کیجائے گی

اس طاقت کے بل پر تم واقعتہً وہ کام کر دکھاؤ گے جو دنیا والوں کو بظاہر ناممکن دکھائی دیتے ہیں

ہر ملک کے احمدی احباب کا یہ فرض ہے کہ وہ اُس ملک کے باشندوں کو راہِ حق کیطرف لانے پر بھرپور توجہ دیں

اگر وہ ہمت صبر اور اخلاق محمدی کیساتھ تبلیغ کرینگے تو ہر ملک میں آنحضرتؐ کے دین پر جان نچھاور کرنیوالے دوست پیدا ہو جائیں گے.

فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالےٰ بنصرہِ العزیز بتاریخ ۱۵ رمئی ۱۹۹۲ء مطابق ۱۵ ہجرت ۱۳۷۱ ہش بمقام احمدیہ مشن ہاؤس فرانس

مرتبہ:۔ مکرم منیر احمد صاحب جاوید ۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیاتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

(سورۃ حٰمٓ السجدہ : آیات 34 تا 36)

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قرآن کریم کی جو آیات مَیں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان سے جماعت بہت حد تک متعارف ہو چکی ہے کیونکہ نمازوں میں بارہا مَیں اِن کی تلاوت کرتا ہوں اور بارہا خطبات مَیں اُس مضمون کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں جو اِن آیاتِ کریمہ میں بیان ہوا ہے یعنی دعوت اِلی اللہ کا مضمون۔

قرآن کریم کی آیات میں یہ عظیم بات پائی جاتی ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ اپنی طرف سے ایک مرتبہ بعض آیات کے مضمون کو خوب کھول کر بیان کر دیں لیکن پھر جب دوبارہ اُن پر غور کرتے ہیں تو ضرور کوئی نئی چیز اُنہی آیات میں سے پھوٹتی ہے جس کی طرف پہلے توجہ نہیں گئی ہوتی اور جس سے بنی نوع انسان کیلئے مزید فائدے کے سامان ہوتے ہیں۔

تبلیغ کا روحانی شکار اور اس کی مخصوص نوعیّت

ان آیات پر بھی مَیں نے جب بھی غور کیا کچھ نہ کچھ نئی بات نظر آئی اور ہمیشہ اِن سے کوئی نیا نکتہ ہاتھ آیا۔ اسی لئے مَیں نے آج دوبارہ اس مضمون کو چھیڑتے ہوئے اِن آیات کا سہارا لیا ہے۔ قرآن کریم جہاں تبلیغ کا مضمون بیان کرتا ہے وہاں صبر کے مضمون کو ضرور ساتھ باندھتا ہے۔ کبھی براہِ راست کبھی بالواسطہ تبلیغ اور صبر کو الگ الگ کرکے انفرادی طور پر ایک دوسرے سے جداگانہ شکل میں پیش نہیں کیا گیا۔ ان آیات میں جس صبر کی طرف اشارہ ہے وہ ایک بہت بڑے چیلنج کے نتیجہ میں پیش آنے والا صبر ہے۔ عام حالات میں جب انسان کسی کو تبلیغ کرتا ہے تو طبعاً ایک منفی ردِّ عمل سامنے آتا ہے اور تبلیغ سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ مجھے یہ بے وجہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے، مجھے شکار کرنا چاہتا ہے اور شکار کا ردِّ عمل خواہ وہ حیوانی شکار ہو، پرندوں کا ہو، چرپایوں کا ہو یا انسانوں کا ہو ایک ہی طرح ہوا کرتا ہے۔ شکار اوّل طور شکاری سے بھاگتا ہے۔

اِس لئے شکار کے ساتھ صبر کا مضمون خود بخود وابستہ ہو جاتا ہے لیکن یہاں ایک اور بات بیان ہوئی ہے اور وہ یہ کہ یہاں ایسے لوگوں کے شکار کا ذکر ہے جو خود شکاری ہوں اور جو دشمنی میں اپنی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہوں۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے میرے سامنے جو باتیں ہیں ان پر مَیں تفصیل سے آپ کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ عام طور پر رجحان پایا جاتا ہے کہ جو مؤید ہو، نرم مزاج ہو اور جس میں شر نہ پایا جاتا ہو صرف اسی کو تبلیغ کرنی چاہیئے۔ جہاں تک تجربہ کا تعلق ہے یہ درست ہے کہ وہ لوگ جن میں سعادت پائی جاتی ہے، جو ظاہری طور پر نرم مزاج رکھتے ہوں ان میں تبلیغ نسبتاً زیادہ فائدہ دیتی ہے لیکن اس امر کو قاعدہ کلیۃً نہیں بنایا جا سکتا بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کی طبیعتوں میں نرمی پائی جاتی ہے لیکن ان کی نرمی مداہنت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ان میں نرمی اخلاق کی وجہ سے نہیں بلکہ منافقت کی وجہ سے پائی جاتی ہے جب احمدیوں کو ایسے لوگوں کیساتھ تبلیغ کا واسطہ پڑتا ہے تو بعض دفعہ عمریں گزرنے کے باوجود وہ ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھتے۔ بیچارے بھولے بھالے احمدی سمجھتے ہیں کہ وہ بہت شریف آدمی ہے۔ کبھی مخالفت نہیں کرتا اور ہمیشہ اچھی باتیں کرتا ہے۔ مگر وہ اپنی جگہ اسی طرح قائم رہتا ہے جسطرح کہ پہلے تھا اور اِس طرح اس کے ساتھ تعلقات میں انسان اپنی عمر ضائع کر دیتا ہے۔ جہاں تک انسانی تعلقات کا معاملہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر شخص سے اچھا تعلق رکھنا چاہیئے۔ لیکن جب تبلیغ کی نیت سے تعلق رکھا جاتا ہے تو ایک مقصد اس کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس کو تبلیغ کی جائے وہ قریب تر آئے یہاں تک کہ وہ کلیۃً صداقت کی جھولی میں آپڑے۔ جہاں تک عام تعلق کی بات ہے اس سے کوئی بھی کسی کو منع نہیں کرتا بلکہ قرآن کریم نے نصیحت فرمائی ہے کہ عام دنیوی تعلقات کے لحاظ سے تم ہر ایک سے تعلق رکھو۔ لیکن جہاں بامقصد تعلق ہو وہاں مقصد راہنمائی کرے گا کہ یہ تعلق کتنی دیر تک قائم رہنا چاہیئے اور یہ کہ کہیں یہ تعلق بے سود تعلق تو نہیں۔ پس جو تعلق تبلیغ کی نیت سے رکھا جاتا ہے اس میں ضروری ہے کہ انسان اس بات پر نظر رکھے کہ جس سے تعلق رکھا جا رہا ہے وہ وقت کو ضائع تو نہیں کر رہا، وہ قریب آرہا ہے یا نہیں آرہا۔ اگر ایک شخص اپنی جگہ پر اٹکا رہے اور انسان اسکے ساتھ عمر گنوا دے تو اس کی عمر ضائع جائے گی۔ صرف اس کی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے لوگوں کی عمریں ضائع جارہی ہوں گی جن کی طرف وہ توجہ دے سکتا تھا۔

جب ایک شکاری کا وقت ضائع جاتا ہے تو بہت سے نقصانات اس کو پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ وہ ایسے شکار کے پیچھے لگا رہتا ہے جس کو چھوڑ کر دوسرا شکار اس کے ہاتھ آسکتا تھا مگر تبلیغ کا تعلق روحانی شکار سے ہوتا ہے۔ دنیا کے شکار میں تو یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک شکاری ایک شکار کے پیچھے لگ جائے تو یہ بات باقی پرندوں کے لئے غنیمت ہوتی ہے۔ ان کی قسمت جاگ جاتی ہے کہ ایک بیوقوف شکاری غلط سمت میں چلا گیا لیکن وہ روحانی پرندے جو ابراہیمؑ کے پرندے ہیں وہ تو زندہ کرنے کے لئے مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جب خدا سے شکار کا طریقہ سیکھا تھا تو یہی پوچھا تھا کہ مُردوں کو کیسے زندہ کیا جاتا ہے؟ پس مومن بالکل برعکس نتیجے کے لئے شکار کرتا ہے۔ عام دنیا کا شکاری مارنے کے لئے شکار کرتا ہے۔ مومن زندہ کرنے کے لئے شکار کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی بھی یہی صفت بیان فرمائی گئی کہ جب بھی اللہ اور اس کے رسولؐ تمہیں بلائیں لِيُحْيِيَكُمْ تاکہ وہ تمہیں زندہ کریں تو اِسْتَجِيْبُوْا، اس وقت ان کی آواز پر لبیک کہا کرو۔ پس جب مَیں شکار کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں تو یاد رکھیں کہ ہم نے زندہ کرنے کے لئے شکار کرنا ہے۔ پس وہ شکار جو کسی آدمی کی غفلت کی وجہ سے زندگی سے محروم رہ گیا اور غلط توجہ کے نتیجہ میں عدم توجہ کا شکار ہو گیا اور اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی۔ اسکا گناہ بھی تو کچھ اس کے سر آئے گا۔ اُس لئے مومن کو اپنی زندگی کے اوقات کی بڑی تفصیل سے نگرانی کرنی ہوتی ہے۔ اس کے وقت کی ایک قیمت ہے۔ اس کے وقت کے لمحہ لمحہ کا ایک حساب ہے اور عام وقت کی طرح اس کا وقت نہیں ہے۔ اسے اپنے وقت کے ہر حصّے کی قیمت حاصل کرنی ہے یا اس کا حساب چکانا ہے۔ اگر قیمت حاصل نہیں کرتا تو پھر خدا کے سامنے اسے حساب دینا ہے۔

شدید دشمنوں کو دوست بنانیوالا تبلیغی شکار

پس جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شرفاء میں تبلیغ ہونی چاہیئے، نرم لوگوں میں تبلیغ ہونی چاہیئے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ساتھ ساتھ نگرانی بہت ضروری ہے کہ اس تبلیغ کا فائدہ ہے یا نہیں ہے اور اگر ہے تو کس حد تک ہے؟ ایک حد کے بعد ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کیا جائے اور انسان ایسے شخص سے ہاتھ کھینچ لے جو کسی طرح اثر قبول نہیں کرتا۔ لیکن اس کے برعکس بھی ایک شکل ہے۔ بعض لوگ شدید مخالف ہوتے ہیں اور عام طور پر لوگ ان مخالفوں کا شکار نہیں کرتے اس طرف رُخ ہی کرتے۔ قرآن کریم کی ان آیات میں خصوصیت سے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا: فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ۔ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم اور ان کے ساتھی شکاریو! تم بڑے بڑے خونخواروں کا شکار کرنے نکلے ہو۔ ایسے لوگوں پر ہاتھ ڈالنے نکلے ہو جو تمہاری جان کے دشمن ہیں۔ ان کا جب بس چلے تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں، تمہیں تباہ و برباد کر دیں، تمہارا کچھ بھی باقی نہ چھوڑیں۔ جاؤ اور خدا کا نام لیکر اُن پر ہاتھ ڈالو اور ہم تمہیں گُر سکھاتے ہیں کہ کس طرح اُن پر فتحیاب ہونا ہے۔ گُر کی بات تو بعد میں آتی ہے پہلے یہاں یہ دیکھیں کہ مومن کیلئے کتنا بلند مقصد بیان کر دیا۔ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ۔ اچانک تم کیا دیکھو گے کہ وہ شخص جو تمہارا شدید دشمن ہے كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ۝ وہ تمہارے جانثار دوست میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس میں اس بات کی نصیحت ہے کہ دین کے جو بڑے بڑے مخالف اور بظاہر سختی سے دین کے ساتھ ٹکرانے والے لوگ ہیں جن سے تمہیں خیر کی بظاہر کوئی اُمید نہیں ہے ان کا بھی رُخ کیا کرو۔ ان میں بھی اللہ تعالےٰ نے ایسے جواہر پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں کہ جب وہ ہاتھ آئیں گے تو بہت قیمتی خزانہ ہاتھ آئے گا۔ پس اسلام کے آغاز میں ہم یہی حالات دیکھتے ہیں کہ وہ جو جاہلیت میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے وہ جب مسلمان ہوئے ہیں تو اسلام کے سب سے بڑے دوست بن گئے اور اسلام کو ان کی وجہ سے غیر معمولی تقویت حاصل ہوئی۔ پس آپ اپنی تبلیغ میں دشمنوں پر بھی ہاتھ ڈالیں کیونکہ آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے غلام ہیں۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ کے رُو سے آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے ساتھی ہونیکے دعویدار ہیں اور آپؐ کی غلامی کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ پس شکار کے وہ انداز سیکھیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے انداز ہیں۔ ابراہیمیؑ انداز کو آگے بڑھا دیا گیا ہے ابراہیمؑ کی سنّت کو مزید صیقل کر دیا گیا ہے، مزید چمکایا گیا ہے۔ ابراہیمؑ کو تو یہ حکم تھا کہ اُن پرندوں کو پکڑو جو تم سے مانوس ہو سکتے ہوں اور یہ تبلیغ کا پہلا دور ہے۔ وہ لوگ جو شرافت سے بات کو سُنیں جن کے ساتھ تھوڑا پیار کیا جائے تو وہ طبعاً پیار کا جواب پیار سے دینے والے ہوں وہ ابراہیمی طیور ہیں لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے سپرد جو پرندے کئے گئے ہیں وہ خونخوار دشمن ہیں، وہ برداشت نہیں کر سکتے کہ آپؐ کو دیکھیں بھی۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم نے جو پاک تبدیلیاں کر کے دکھائیں وہ ایسے ہی لوگ تھے۔ جیسا کہ بیان فرمایا گیا ہے کہ تم دیکھو گے کہ تمہارے خونخوار دشمن جانثار دوست بن جائیں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم نے ایسے پتھروں کو موم کر دیا، ایسے پتھر پھاڑے اور ان سے زندگی کے ایسے چشمے بہا دیئے کہ انبیاءؑ کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال دکھائی نہیں دیتی۔ ایک موقعہ پر ایک صحابی جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی زندگی میں آپؐ کی صحبت میں کچھ سال گذارے تھے اُن سے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے وصال کے بعد کسی نے سوال کیا کہ آپ ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کا حلیہ بتائیں، ہم آپ کے منہ سے سننا چاہتے ہیں، آپ کی آنکھوں نے آنحضورؐ کو دیکھا ہے۔ جس پیار اور محبت سے آپ وہ تذکرہ کر سکتے ہیں کوئی اور نہیں کرسکتا تو آپ ہمیں بتائیے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کیسے تھے؟ یہ بات سن کر وہ صحابیؓ جواب دینے کی بجائے زار و قطار رونے لگے۔ ان کی ہچکی بندھ گئی۔ پوچھنے والے کو تعجب ہوا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ اس نے سوچا میں نے تو صرف اتنا سا سوال کیا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کا حلیہ بتائیے۔ یعنی یہ بتائیے کہ آپؐ کی شکل کیسی تھی؟ اور یہ صاحب بجائے حلیہ بتانے کے رونے لگے۔ جب کچھ دیر کے بعد اس صحابیؓ نے اپنے جذبات پر قابو پایا تو جواب یہ دیا کہ دیکھو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے زمانے میں میری زندگی پر دو ہی حالتیں وارد ہوئیں ایک وقت وہ تھا کہ میں دشمنی میں اتنا شدید تھا کہ نفرت کی وجہ سے مَیں اس چہرے کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ان کے نام سے ہی ایسی کراہت آتی تھی اور ایسا غصہ آتا تھا کہ بارہا مواقع آئے مگر مَیں نفرت کی وجہ سے آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکا۔ پھر جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے عشق کا غلام بنا تو ایسی کایا پلٹی کہ محبت نے جوش مارا اور محبت کی وجہ سے اس وجود پر میری نظر نہیں ٹکتی تھی تو آج اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ محمد رسول اللہؐ کا حلیہ بتا تو خدا کی قسم مَیں نہیں بتا سکتا کیونکہ میری نظروں نے کبھی نفرت کی وجہ سے آپؐ کے چہرے کو نہیں دیکھا اور کبھی محبت کے وفور کے زیرِ اثر نہیں دیکھا اور واقعۃً مَیں نہیں جانتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کا حُلیہ تفصیلاً کیا تھا۔ پس دیکھیں وہ صحابیؓ اس آیت کریمہ کا کیسا زندہ ثبوت تھے کہ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَبَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ۔ خدا نے فرمایا جس طرح ہم کہتے ہیں اس طرح تم تبلیغ کر کے دیکھو اور ہم تمہیں بتلاتے ہیں کہ دشمنوں میں سے تمہیں حیرت انگیز طور پر محبت کرنے والے وجود ملیں گے۔ پس دشمنوں کو نظرانداز نہیں کرنا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی زندگی میں تو یہ معجزے اتنی دفعہ ہوئے ہیں اور اس کثرت سے ہوئے ہیں کہ ان کا کوئی شمار نہیں ہے۔

شدید دشمنی کو دوستی میں بدلنے کی درخشندہ مثال

سارے عرب کی پہلے نفرت میں تقریباً وہی کیفیت تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھیں کیسے دشمن تھے۔ وہ ایک واقعہ جو اُحد میں گزرا ہے جب بھی اُسے پڑھتے ہیں تو اس کا دُکھ انسان کے دل میں اس طرح تازہ ہو جاتا ہے جیسے کل کا واقعہ ہو۔ جنگِ اُحد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم زخمی اور نڈھال ہو کر شہیدوں کی طرح زمین پر جا پڑے اور آپؐ کے اوپر دوسری لاشیں آ گریں۔ یہ ایسا تکلیف دہ واقعہ ہے کہ جب بھی انسان پڑھے تو اس کی حالت عجب گداز والی ہو جاتی ہے بھیگی آنکھوں کے بغیر یہ واقعہ پڑھا ہی نہیں جاتا۔ اس واقعہ میں سب سے نمایاں کردار خالد بن ولید نے ادا کیا تھا۔ اس وقت کفّارِ مکّہ کا یہی وہ جرنیل تھا جس نے موقعہ کی نزاکت کو سمجھا اور معلوم کر لیا کہ مسلمانوں سے کیا غلطی ہوئی ہے اس نے کفّار کے بھاگتے ہوئے لشکر کا رُخ یکدم بدل دیا اور اپنے سواروں کے ساتھ مسلمانوں کے عقب سے حملہ کر کے اس فتح کو جو تقریباً مکمل ہو چکی تھی وقتی طور پر ایک شکست میں بدل دیا۔ لیکن وہی خالد جب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے محبت کے اسیر ہوئے۔ جب آپؐ کے عشق کا تیر ان کو لگا تو ایسی کایا پلٹی کہ اس کے بعد انہوں نے زندگی بھر ہر جہاد میں اس شوق سے حصّہ لیا کہ کاش میں بھی شہید ہوں۔ لیکن یہ حسرت پوری نہ ہو سکی۔ آپ نے اسلام کیلئے اس کثرت سے جہاد کیا ہے اور ایسی شاندار سپہ سالاری کی ہے کہ اسلام کے جہاد کے نام کے ساتھ ہی خالد بن ولیدؓ کا نام اچانک اُبھر کر سامنے آجاتا ہے لیکن ایسی حالت میں جان دی کہ بستر پر پڑے ہوئے تھے۔ جب جان کنی کی حالت وارد ہوئی تو ساتھیوں سے کہا کہ میرے جسم سے کپڑا تو اٹھاؤ انہوں نے کپڑا اٹھایا تو کہا کہ کوئی اِنچ دکھاؤ جہاں زخموں کا نشان نہ ہو۔ میرا سارا جسم زخموں سے داغدار ہے۔ جانتے ہو مَیں نے یہ زخم کیوں کھائے؟ اس شوق میں کھائے کہ مَیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دین کی خاطر جان دوں اور مَیں بھی شہیدوں میں شمار ہوں۔ لیکن وائے حسرت کہ میرے مقدر میں یہ نہیں تھا اور آج بستر پہ جان دے رہا ہوں۔ وہ اس آیت کی سچائی کی ایک اور زندہ اور تابندہ مثال بن گئے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم عام پرندوں کے شکاری نہیں ہیں، یہ تو شکاری پرندوں کے شکاری ہیں، خونخوار جانوروں کے شکاری ہیں اور ان کی ایسی کایا پلٹتے ہیں کہ حیوانوں کو انسان اور انسانوں کو خدا نما انسان بنا دینے والے ہیں۔ یہ اِس آیت کا مضمون ہے کہ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَبَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ۔

پس اگر ہم جیسا کہ ہمارا یقین ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کے نہ صرف غلام بلکہ عاشق غلام ہیں اگر ہم اس خاطر اس دنیا میں قائم کئے گئے ہیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سنّت کو دوبارہ زندہ کریں اور زندہ کر کے سارے عالم میں جاری کر دیں تو پھر ہمارا فرض ہے کہ ہمیں تو اس بات کی لَو لگ جانی چاہیئے، یہ دھن لگ جانی چاہیئے کہ اپنی ذات میں اسوۂ محمدیؐ کو زندہ کر کے دکھائیں۔

دعوت الی اللہ کی محمدی شان اپنے میں زندہ کریں

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم دو طریق پر زندہ ہیں ایک تو آپؐ ہمیشہ ہمیش کیلئے اپنے خدا کے ساتھ زندہ ہیں اور اس زندگی پر کبھی کوئی موت نہیں آ سکتی لیکن آپؐ کی ایک زندگی امتِ محمدیہ میں ہو کر ہے۔ جہاں کوئی مسلمان روحانی طور پر مرتا ہے وہاں اس زندگی میں کمی آجاتی ہے برخلاف اس کے جہاں کوئی مسلمان روحانی طور پر زندہ ہوتا ہے وہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کو ایک اور زندگی ملتی ہے یہ وہ زندگی ہے جس کا ہر غلامِ محمدؐ سے تعلق ہے۔ یہ وہ زندگی ہے جس کا آج جماعتِ احمدیہ کے ساتھ تعلق ہے۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے اسوہ کو ہر میدان میں جب بھی زندہ کرنے کی آپ توفیق پائیں گے تو آپ یقین رکھیں کہ آپ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کی ایک شان کو اپنے اندر زندہ کیا۔ دعوتِ الی اللہ کی شان کو بھی اپنے اندر پوری طرح زندہ کریں۔ یہ مضمون ہے جو آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں اور مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دشمنوں سے اور دشمنوں کے لیڈروں سے ڈریں نہیں بلکہ ان تک پہنچیں اور حکمت اور پیار کے ساتھ اس طریق پر جس طریق پر اس آیت نے آپکو تبلیغ کا گُر سکھایا ہے اُنکو بھی ضرور پیغام پہنچائیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کو بعض دفعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حیرت انگیز طور پر بیشمار پھل عطا ہوتے ہیں کیونکہ دشمنوں میں سے جو لیڈر ہیں اگر وہ آئیں تو اکثر اکیلے نہیں آتے بلکہ اُنکے

ساتھ قوم کی قوم آیا کرتی ہے۔ بعض ملکوں سے تبلیغ کی رپورٹیں آتی ہیں ان میں ایسے واقعات کثرت سے ملتے ہیں کہ فلاں علاقے میں کوئی احمدیت کا نام نہیں سننا چاہتا تھا وہاں کا جو سب سے بڑا دشمن تھا ہم اس تک پہنچے اور جب باتیں کیں تو یہ معلوم کرکے حیران رہ گئے کہ اس کے اندر سعادت پائی جاتی تھی۔ کچھ دیر میں اس نے اپنے رویّے کو تبدیل کیا۔ پھر اس نے دلچسپی لینی شروع کی۔ پھر وہ خدا کے فضل سے احمدی ہوا اور اس کے نتیجہ میں اب گاؤں گاؤں میں احمدیت پھیلنی شروع ہوگئی ہے۔ ایسی ایک رپورٹ ابھی کچھ عرصہ ہوا انڈونیشیا سے بھی ملی کہ وہ صاحب جو ایک علاقہ کے چیف کہلاتے تھے، بڑے معزز اور کافی وسیع طور پر لوگوں پر اثر رکھنے والے تھے وہ پہلے احمدیت کی دشمنی میں بہت پیش پیش تھے۔ جب وہ احمدی ہوئے تو ان کا مشغلہ ہی یہ بن گیا کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جاتے ہیں اور وہاں اعلان کرتے ہیں کہ دیکھو تم نے مجھے کیسا پایا۔ وہ جب ان کو بتلاتے ہیں کہ ہاں تم ہمارے پِیر تھے اور پِیر ہو، تو کہتے ہیں کہ مَیں تو اب کسی اور کا مرید بن چکا ہوں، مَیں تو پِیر نہیں رہا، اب بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو بعض دفعہ گاؤں والے جن میں شرافت ہوتی ہے کہتے ہیں تم ہمارے اب بھی پِیر ہو جدھر تم نے قدم رکھا ہے وہیں ہمارا قدم پڑیگا۔ اللہ کے فضل کے ساتھ اس علاقہ میں جہاں پہلے احمدیت کا نشان بھی نہیں تھا وہاں کثرت سے جماعتیں بننی شروع ہوگئیں۔ یہ ایک ملک کی بات نہیں ہے۔ ہر ملک پر یہ بات اسی طرح صادق آتی ہے۔ یہاں بھی بہت سے ایسے نوجوان ہیں یا دوسری عمر کے لوگ ہیں جن کے اندر لیڈری کی صفات پائی جاتی ہیں۔ ایسے ہیں جن کے اندر لیڈری کی صفات کے ساتھ اسلام دشمنی بھی پائی جاتی ہے اور وہ اسلام کی مخالفت میں یا حق کی مخالفت میں نمایاں طور پر جس رنگ میں بھی کوشش کر سکتے ہیں وہ کرتے ہیں ان تک بھی پہنچنا چاہیئے اور اس طرح پہنچنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ فرانس کو پیشِ نظر رکھ کر جب مَیں بات کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہے کہ آج یہاں جماعت بہت چھوٹی ہے اور ابھی تک فرانسیسی قوم کے ساتھ وہاں کی جماعت کا گہرا رابطہ نہیں ہو سکا۔ نتیجۃً فرانس میں آج تک جتنی بھی تبلیغ ہوئی ہے اکثر و بیشتر وہ غیر فرانسیسی لوگوں کو ہوئی ہے۔ مثلاً یہاں مراکو سے آنے والے لوگ ہیں یہاں افریقہ کے مختلف ممالک سے آکر بسنے والے لوگ ہیں یہاں پاکستانی ہیں جہاں تک تبلیغ ہوئی ہے عام طور ان لوگوں میں ہوئی ہے۔ فرانسیسی باشندوں کی جب بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ دنیا پرست ہیں دنیا دار ہیں، انہیں دین میں کوئی دلچسپی نہیں، جب ہم ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کورا سا جواب دے دیتے ہیں۔ مَیں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہر قوم میں خدا تعالےٰ نے نیک فطرت لوگ رکھے ہوئے ہیں۔ دشمنوں کی دشمنی کے بھیس میں بھی آپ کو بڑے نیک فطرت لوگ ملیں گے۔ جو شدید مخالف دکھائی دیتے ہیں وہ جب نرم پڑتے ہیں تو ان کے اندر ایک حیرت انگیز انقلاب برپا ہو جایا کرتا ہے۔ پس آپ کی ہمت اگر ٹوٹ جائے تو فرانس کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔ ایک قوم کی قسمت آپ کے سپرد کی گئی ہے۔ آپ نے ہمت نہیں ہارنی کیونکہ جب داعی الی اللہ ہمت ہار دیتا ہے تو درحقیقت اس ساری قوم کی ہمت ٹوٹتی ہے۔

اعجازی کامیابی کیلئے عدیم النظیر صبر کی ضرورت ہوتی ہے

نصیحت کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ نصیحت کرنے کیلئے غیر معمولی طاقتوں کی ضرورت ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے صبر کی تلقین فرمائی اور یہ وہ دوسرا پہلو ہے جو مَیں آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔ لیکن یاد رکھو یہ معجزے یونہی رونما نہیں ہو جایا کرتے۔ دشمنوں کو دوست بنانا آسان کام نہیں ہے۔ اس کیلئے صبر کی ضرورت ہے جیسا کہ فرمایا: وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا۔ لیکن اس کے علاوہ کچھ اور بھی ضرورت ہے کیونکہ سارا خطاب واحد میں ہے اس میں اوّل مخاطب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہیں آپؐ کو جو صبر عطا ہوا تھا وہ لفظِ صبر کے تابع پوری طرح بیان نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے جہاں عام مومنوں کے صبر کا ذکر فرما کر جمع کے صیغہ میں یہ کہا کہ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وہاں ساتھ ہی پھر واحد کی بات کی ہے کہ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔ اب جمع کا ذکر چھوڑ دیا ہے جس طرح پہلے کَ، کَ، کَ یعنی تُو، تُو، تُو کر کے مخاطب کیا جا رہا تھا۔ مومنوں کا عمومی ذکر کرتے ہی خدا پھر واپس اسی مضمون یعنی واحد کے صیغہ کی طرف پلٹتا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے متعلق فرماتا ہے وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔ یعنی اس عظیم مقصد کو ایک عظیم اخلاق کا حصہ دیئے گئے انسان کے سوا اور کوئی پورا نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں ان کو بھی ملے گا لیکن اصل کامیابی جو غیر معمولی اور اعجازی کامیابی ہے وہ اس کو ملے گی جسے حظِّ عظیم عطا ہوا ہے۔ 'حظّ' حصے کو، ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ سو فرمایا اعجازی کامیابی اسے ملے گی جسے بہت عظیم ٹکڑا ملا ہے۔ کس چیز کا ٹکڑا؟ یہ بیان نہیں فرمایا۔ صبر کی بات ہو رہی ہے۔ اس لئے پہلے ذہن صبر کی طرف جاتا ہے اور اس پہلو سے جب ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو دیکھتے ہیں تو بلاشبہ ان سے بڑا صابر انسان کبھی دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ ہر میدان میں صبر کی ہر آزمائش میں آپؐ اس شان سے پورے اترے ہیں کہ اس کی کوئی مثال کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ ذاتی نقصان کی کیفیت دیکھ لیجئے، مختلف نوعیتوں کے ذاتی نقصان کی کیفیت دیکھ لیجئے، اپنے عزیزوں اور پیاروں کے دُکھ برداشت کرنے کی کیفیت کو دیکھ لیجئے، صبر کے جتنے بھی امتحان آسکتے ہیں وہ سارے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو زندگی کے مختلف شکلوں میں پیش آئے اور حیرت انگیز طور پر آپؐ نے ہر امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل فرمائی، ایسی جو چاند سورج کی طرح روشن کامیابی تھی۔ اوّل زندگی میں آپؐ کے والد کا وصال بعض روایات کے مطابق آپ کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا یعنی پیدا ہی یتیم ہوئے ہیں اور چھوٹی عمر تھی کہ والدہ کا وصال ہو گیا۔ اب بچپن میں والد اور والدہ کے بغیر آپؐ کو دوسروں کے رحم وکرم پر زندگی بسر کرنا پڑی اور اس صبر کے ساتھ اور اس شان کے ساتھ آپؐ نے یہ دور گزارا ہے کہ اس میں احساس کمتری کو ایک ذرّہ بھی داخل نہیں ہونے دیا۔

آنحضرتؐ کا صبر کا عدیم النظیر نمونہ

صبر کے امتحان کے وقت لوگ عام طور پر منفی صفات دیکھتے ہیں لیکن مَیں نے انسانی فطرت پر جہاں تک غور کیا ہے یتامیٰ کے لئے سب سے بڑا امتحان احساسِ کمتری کا امتحان ہوتا ہے۔ وہ یتیم جو صبر نہ کر سکے وہ لازماً احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتا ہے اور احساس کمتری پھر بہت ہی بھیانک کردار پر منتج ہوتا ہے۔ دنیا میں اکثر ٹیڑھے دماغ والے خطرناک سوچیں سوچنے والے، دنیا کو غلط فلسفے دینے والے، اگر آپ اُن کی زندگی کا جائزہ لیں تو وہ زندگی کے کسی نہ کسی دور میں احساسِ کمتری کا شکار ہوئے ہوتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے اپنی یسیری اور یتیمی کا دوران کیفیتوں سے متأثر ہوئے بغیر اس شان کے ساتھ گزارا ہے کہ آپؐ کے سپرد دنیا کا عظیم ترین کام کیا گیا یعنی جو کام آپؐ کے سپرد ہوا ہے وہ کسی اور نبی کو نہ صرف یہ کہ دیا نہیں گیا بلکہ اس کا ایک معمولی حصہ بھی نہیں دیا گیا۔ سارے عالَم کو خدا تعالےٰ کی چوکھٹ پر لا ڈالنا ایک ایسے شخص کے سپرد کیا گیا جس کا نہ باپ تھا نہ ماں تھی جو لوگوں

کے رحم وکرم پر پلتا رہا تھا اور اس نے جب دعویٰ کیا تو اس کی اپنی ساری قوم کلیتہً اس کی دشمن ہوگئی۔ یہ حظِ عظیم کی بات ہو رہی تھی۔ صبر کا حصہ ملا تو اتنا بڑا کہ اسکی کوئی مثال دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ پھر آپ کے بیٹے ہوئے۔ کہتے ہیں گیارہ بیٹے پیدا ہوئے اور گیارہ کے گیارہ چھوٹی عمر میں بہت بچپن میں یا چند سانسوں کے بعد یا چند سالوں کے بعد فوت ہوگئے اور ہر بچے کی پیدائش پر دشمن ہنستا تھا اور مذاق اڑاتا تھا اور آپؐ کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرتا تھا کہ دیکھو یہ تو لاولد مرا جاتا ہے اور دنیا کی بادشاہت کے دعوے کرتا ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہم یہ ذکر پڑھتے تھے کہ بشیر اوّل فوت ہوا تو کس طرح دشمن نے بغلیں بجائیں، کس طرح صحابہؓ کے دل خون ہوئے۔ جب ہم صحابہؓ کے بعض واقعات پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ شدید تکلیف کی حالت میں تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کوئی اثر نہیں تھا۔ آپؑ جانتے تھے کہ خدا کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ یہ بچہ فوت ہوگیا ہے تو کوئی اور مقدّر والا بچہ بعد میں عطا ہوگا۔ لیکن صحابہؓ جانتے ہیں کہ ان کے دل کی کیا حالت تھی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر جب میرا ذہن حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف جاتا ہے تو ساری روح پگھل کر آپؐ کیلئے درود بن جاتی ہے۔ کتنی عظیم آزمائش تھی۔ ابتر کہنے والے چاروں طرف پھیلے پڑے تھے۔ ہر بچّے کی وفات کے بعد ابتر، ابتر کے نعرے اٹھتے تھے۔ تبھی تو قرآن کریم نے یہ ذکر محفوظ فرمایا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (سورۃ الکوثر: آیت ۴) اے محمدؐ! تو دیکھے گا کہ تیرے دشمن ابتر رہ جائیں گے اور ان کی اولادیں تیری اولادیں بن جائیں گی لیکن جہاں تک اُس وقت کی دنیا کا تعلق ہے ان کو تو ان باتوں کی سمجھ نہیں تھی کہ روحانی طور پر یہ ساری کی ساری قوم محمد مصطفیٰؐ کے قدموں میں لا کر ڈال دی جانے والی تھی۔ وہ تو یہ دیکھتے تھے کہ ایک بیٹا فوت ہوا، پھر دوسرا ہُوا، پھر تیسرا ہُوا، پھر چوتھا ہوا اور ہر دفعہ ہنسی مذاق اڑا کر اسے اپنی دانست میں ذلیل اور رسوا کر دیتے ہیں اور نہ محمدؐ کچھ کر سکتا ہے نہ محمدؐ کا خدا کچھ کر سکتا ہے۔ اب بھلا! ہر پیدائش اور ہر موت کے بعد کتنی شدّت کے ساتھ یہ طعنہ آپؐ کے دل کو چیرتا ہوگا لیکن آپؐ صبر اور عزم کا ایک پہاڑ تھے۔

ایک روایت آتی ہے کہ ایک عورت کا بیٹا فوت ہوگیا اور وہ اس کی قبر پر کھڑی شدید تکلیف کی حالت میں گریہ وزاری کر رہی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اُس کے پاس سے گزرے اور فرمایا بی بی! صبر کرو۔ اس بیچاری کو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ کہنے والا کون ہے۔ اس نے کہا کہ صبر! اپنا بیٹا فوت ہو تو پھر پتہ چلتا ہے کہ صبر کیا ہوتا ہے، پاس سے گزرتے ہوئے آرام سے کہہ دیا کہ صبر کرو، صبر کوئی آسان بات نہیں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صرف اتنا کہا کہ بی بی! میرے گیارہ بچے پیدا ہوئے اور گیارہ فوت ہوگئے اور یہ کہہ کر آگے چل پڑے۔ کسی نے کہا اے نادان بیوقوف بڑھیا! تو نے کیا بات کی ہے۔ یہ تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ وہ دوڑی دوڑی پیچھے گئی کہ یا رسول اللہؐ! مجھے معاف کر دیں۔ میں صبر کرتی ہوں آپؐ نے فرمایا: صبر کا ایک وقت ہوا کرتا ہے وہ وقت گزر چکا ہے، وقت تو ہر ایک کو صبر دے ہی دیتا ہے۔

صبر کیلئے حظِ عظیم سے کچھ نہ کچھ حصّہ پانا ضروری ہے

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق جب یہ فرمایا کہ وہ صبر کرنیوالا ہے تو صبر کہہ کر نہیں فرمایا۔ عام مسلمانوں کے ذکر پر فرمایا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۔ اس عظیم مقصد کو صبر کرنے والوں کے سوا کوئی نہیں پا سکتا اور پھر دیکھیں کہ ہمارے آقا و مولا کو کس طرح جدا کر کے، ممتاز کر کے ان کا ذکر آیت کے اس حصے میں فرمایا کہ: وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ۔ اس عظیم مقصد کو حقیقت میں پانے والا تو ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے کیونکہ اسے صبر میں سے حظِ عظیم عطا کیا گیا ہے اور حظِ عظیم تو چونکہ پوری طرح کسی ایک مضمون سے باندھا نہیں گیا اس لئے حظِ عظیم میں وہ سارا پچھلا مضمون آگیا ہے جو اس آیت کے شروع میں ہے اور اس پہلو سے ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی پیروی میں نہ صرف صبر سیکھنا ہوگا بلکہ حظِ عظیم میں سے کچھ نہ کچھ حصہ تو پانا ہوگا اس کا پہلا حصہ یہ ہے کہ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ ۔ یعنی داعی الی اللہ بنو گے تو تمہاری بات اچھی ہوگی ورنہ ساری باتیں بیکار اور بے معنی رہیں گی۔ ساری عمر باتیں کرتے گزار دو گے ان میں حسن پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں اگر تم اللہ کی طرف بلانے والے ہو تو تمہارا قول بہت حسین ہے۔ بات کرنی ہے تو یہ کرو۔ وَعَمِلَ صَالِحًا مگر خالی اللہ کی طرف نہیں بلانا، نیک اعمال کر کے دکھاؤ تاکہ پتہ چلے کہ جس کی طرف بلانے آئے ہو اس کے ساتھ تعلق ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق ہو تو تمہارے اعمال میں پاک تبدیلی ہونی چاہیئے تمہارے اندر کشش ہونی چاہیئے۔ تمہارے اندر روز بروز تبدیلیاں رونما ہوتی رہنی چاہئیں کیونکہ خدا تعالےٰ لامتناہی ہے اور اس سے تعلق والا کبھی ایک مقام پر نہیں رہا کرتا۔ اس کی زندگی مسلسل ایک سفر ہے جو خدا کی طرف ہے اور کبھی بھی کسی حالت میں بھی آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ تعلق باللہ والے نے اپنا سفر مکمل کر لیا۔ پس یہ مضمون ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان ہوا اور جس کے متعلق بعد میں شہادت دی کہ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ۔ اس مضمون کو اپنے درجۂ کمال تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پہنچایا اور آپؐ نے ہر اُس صفت سے بڑا حصہ پایا ہے جو صفات اس آیت کریمہ میں بیان ہوئی ہیں۔

پھر فرمایا: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۔ جو چیز اچھی ہے اس کے ساتھ بُری چیزوں کا دفاع کرو۔ یعنی جب بھی کوئی تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے اُس کے بدلہ میں نرمی سے پیش آؤ اور نیکی کی بات کرو۔ تبلیغ میں انسان کو اس چیز سے روزمرّہ واسطہ پڑتا ہے اور انسان روزمرّہ ایسے دشمنوں کی باتیں سنتا ہے جن کو پیار اور محبت سے سچائی کی طرف بلایا جا رہا ہے لیکن وہ آگے سے بیہودہ بات کرتے ہیں، سخت کلامی سے پیش آتے ہیں، تمسخر سے پیش آتے ہیں اور جہاں جہاں ممکن ہو وہاں وہ جبر اور تشدّد سے بھی پیش آتے ہیں، قتل کے بھی درپے ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے مدمقابل سے ہر انسان کو جو دعوت الی اللہ کرنے والا ہے زندگی کے مختلف حصوں میں واسطہ پڑتا ہی رہتا ہے۔ فرمایا: یاد رکھو۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۔ یعنی احسن بات سے دفاع کرنا ہے۔ یہاں تو سَيِّئَة کا لفظ نہیں لیکن دوسری آیاتِ کریمہ میں سَيِّئَة کا ذکر ہے، یہاں بعض باتیں عمداً چھوڑی گئی ہیں اس سے مضمون میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ جب بھی تبلیغ کرنے نکلو اچھی بات تلاش کرو، دلائل میں سے بھی بہترین دلائل چنو، طرز بھی وہ اختیار کرو جو سب سے اچھی نظر آئے جس میں کشش پائی جائے۔ اور جب برائی دیکھو تو اُسے حُسن کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کرو۔ یہ صفات اگر تم میں آجائیں تو پھر تم دشمن کو دوست میں بدلنے کی اہلیت حاصل کر لو گے اور فرمایا جو مؤمن صبر کرتے ہیں انہیں ضرور یہ صفات ملتی ہیں اور اُن کے مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ لیکن ان تمام خوبیوں میں سے سب سے زیادہ شاندار حصہ اگر کسی کو ملا ہے تو وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ وہ ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ تھے۔ بدی کا جواب حُسن سے دینے میں اور موزوں کلام کیلئے بہترین انتخاب کرنے کے لحاظ سے آپؐ سے بہتر کبھی دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح احادیث میں پڑھیں۔ آپؐ کے طرز بیان کو دیکھیں تو دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ 1400 سال سے اوپر گزر گئے جب وہ باتیں

کہی گئی تھیں مگر آج بھی زندہ ہیں۔ وہ سادہ سا کلام ایسی عجیب چمک اور ایسی شان رکھتا ہے کہ آنکھوں کو چندھیا دینے والا ہے۔ ایسا جذب رکھتا ہے کہ دل بے ساختہ اس طرف کھچا چلا آتا ہے۔

دوست اور دشمن ہر ایک سے تبلیغی رابطہ رکھیں

پس یہ نصیحت ہو رہی ہے کہ جب تم تبلیغ کے میدان میں نکلو تو صبر کرو۔ صبر کے بغیر تو گزارا ہونا ہی نہیں مگر اس سے آگے قدم بڑھاؤ اور اس کی پیروی کرو جسے حظِ عظیم عطا ہوا تھا، جس کو تبلیغ کی ہر شان اپنے پورے عروج کے ساتھ عطا کی گئی تھی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اسوہ پر اگر چلنا ہے تو پہلی بات یہ یاد رکھیں کہ چھوٹے بڑے ہر قسم کے شخص سے تبلیغی رابطہ رکھنا ہے خواہ وہ بظاہر نرم مزاج کا ہو یا سخت مزاج کا ہو۔ بڑے سے بڑا دشمن بھی ہو تو اس تک بھی بات پہنچانی ضروری ہے اور بغیر خوف کے اُسے بات پہنچانی ہے۔ یہ بات یاد رکھتے ہوئے اُسے بات پہنچانی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بڑے سے بڑے دشمن تک بھی حق بات پہنچاتے تھے اور بے خوف ہو کر پہنچاتے تھے۔ ابوجہل آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے معاندین میں چوٹی کا معاند مشہور ہے۔ جب بھی آنحضورؐ کے دشمنوں کی بات کرتے ہیں تو ابوجہل کا نام سب سے پہلے ذہن میں ابھرتا ہے اور دنیائے اسلام میں کسی اور دشمن کا نام معروف ہو یا نہ ہو لیکن اسلامی دنیا میں مشرق سے مغرب تک دشمن کا ایک نام ایسا ہے جو ہر مسلمان کو معلوم ہے اور وہ ابوجہل کا نام ہے۔ ایسا شدید معاند تھا ابوجہل لیکن ایک مرتبہ ایک شخص فریاد لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابوجہل نے میرا کچھ قرض دینا ہے اور وہ دیتا نہیں۔ آپؐ نے حلف الفضول کیا ہوا ہے۔ آپؐ نے ایک زمانہ میں یہ قسم کھائی تھی کہ جب بھی کسی غریب اور بیکس کو مدد کی ضرورت ہو گی آپ آگے آئیں گے۔ مَیں اس حلف الفضول کا حوالہ دیتا ہوں۔ آئیے میری مدد کریں۔ ایک لفظ کہے بغیر، ذرا سے تردّد کے بغیر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر اس سمت روانہ ہوگئے جہاں ابوجہل کے متعلق بیان کیا جاتا تھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہوگا۔ وہ کہیں مجلسیں لگایا کرتا تھا پس آپؐ اٹھ کر انہی مجالس کی طرف چل پڑے اور جا کر سیدھا ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا کہ اے فلاں! یہ شخص ہے اس کے تو نے اتنے پیسے دینے ہیں۔ ٹال مٹول کرتے ہوئے بہت لمبا عرصہ ہو گیا ہے اب اسے ادا کرو اور اس نے بغیر اعتراض کے، بغیر تردّد کے، بغیر بہانے کے اُسی وقت اسی رقم کی ادائیگی کیلئے احکام جاری کئے۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وہاں سے روانہ ہو گئے تو اس کے ساتھیوں نے اُسے شرمندہ کیا، اُسے ذلیل کیا کہ تم کیسے دشمن ہو۔ ہمیں تو اس شخص کی مخالفت میں ایسا بھڑکاتے ہو کہ آگ لگا دیتے ہو۔ آج وہ آیا ہے اور اس نے تم سے ایک بات کی ہے لیکن تمہاری مجال نہیں تھی کہ اس کا انکار کر سکو تم نے وہیں تابع فرمان کی طرح اس کی بات پر عمل کرا دیا۔ ابوجہل نے کہا کہ تم نے وہ نہیں دیکھا جو مَیں نے دیکھا ہے۔ عام حالات ہوتے تو مَیں اس شخص سے وہی سلوک کرتا جیسا مَیں ہمیشہ کرتا ہوں مگر جب یہ مجھے کہہ رہا تھا کہ اس شخص کا حق ادا کرو اور میرے دل میں بغاوت کے جذبات اٹھ رہے تھے تو اس وقت میں دیکھ رہا تھا کہ جیسے دو۲ مست اونٹ ہوں اور مجھ پر حملے کیلئے تیار کھڑے ہوں۔ ان کے منہ سے جھاگیں بہہ رہی ہوں۔ اگر مَیں انکار کرتا تو مجھے نظر آ رہا تھا کہ یہ اونٹ مجھ پر پل پڑیں گے۔ یہ کیا واقعہ ہوا؟ خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید کا جو وعدہ ہے اور جس کے مطابق وہ اپنے غلاموں کے حق میں نشان دکھاتا ہے یہ اسکی ایک مثال ہے۔ ابوجہل جیسے دشمن سے واسطہ تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم محض خدا کی خاطر، ایفائے عہد کی خاطر ہر قسم کے جسمانی اور جانی خطرے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کی طرف چل پڑے تھے۔ اللہ نے اس کی ایسی قدر فرمائی کہ کشفاً ابوجہل کو دو۲ اونٹ دکھائے جو مست اونٹ تھے اور اس حالت میں تھے جیسے حملے کیلئے تیار بیٹھے ہوں۔ یہ جو کیفیت ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کشف اور الہام بھی مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ بعض کشوف مخالفانہ کشوف ہوتے ہیں اور بعض کشوف موافقانہ کشوف ہوتے ہیں۔ نیک اور بد کی تمیز کشفوں کی اور الہاموں کی کیفیات سے بھی پتہ چلتی ہے۔ پس ابوجہل کا جو یہ کشف تھا یہ خود اس کے خلاف کشف تھا اسکی تائید میں کشف نہیں تھا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تائید میں کشف تھا لیکن دکھایا ابوجہل کو گیا مگر یہ بات اس وقت ظاہر ہوئی جب خدا کی خاطر ایک بندے نے ہر قسم کی قربانی کا فیصلہ کر لیا اور بظاہر اپنی ہلاکت کے سامان اپنے ہاتھوں سے کئے۔ ایک ایسے دشمن کے سامنے بے دھڑک چلے جانا ایسی ہی بات ہے جیسے شیر کی غار میں انسان داخل ہو جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضورؐ بغیر کسی ساتھی کو لئے، بغیر کسی محافظ کو لئے اُٹھ کر چل پڑتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس جذبہ کی قدر فرمائی اس لئے آپؐ کو بچایا۔ پس یہ ہے وہ عظیم حصّہ جو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ہر خلق میں عطا ہوا ہے اور آپ کو بھی ہر خلق میں سے کچھ نہ کچھ آنحضورؐ سے حصّہ لینا ہوگا۔ آنحضورؐ نے تو ہر خلق میں سے حصۂ عظیم لے لیا ہے لیکن جو حصّے پیچھے چھوڑے ہیں وہ بھی اتنے ہیں کہ سارے مسلمانوں میں تقسیم ہو جائیں تب بھی ختم نہ ہوں اور جو حصّے آنحضورؐ نے اپنائے ہیں اصل میں تو اپنانے والے حصّے وہی ہیں۔ خُلقِ عظیم میں سے جو حصّے آپؐ نے اپنائے ہیں اُنکی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

مَیں نے ابھی یہ بات کی ہے کہ جو حصّے چھوڑے ہیں وہی مسلمانوں میں تقسیم ہو جائیں تو ختم نہ ہوں۔ یہ فقرہ ایسا ہے جو اکثر لوگوں کو سنتے ہی سمجھ نہیں آئے گا اس لئے کچھ وضاحت کرنی پڑے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ مکارم الاخلاق پر فائز کئے گئے تھے۔ اخلاق کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کچھ چھوٹی چھوٹی قسمیں ہیں۔ کچھ بہت اعلیٰ درجے کی قسمیں ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق جب یہ فرمایا کہ آپؐ نے حصّہ لیا ہے تو یہ شبہ پڑ سکتا ہے کہ بعض اخلاق چھوڑ دیئے ہیں، بعض لے لئے ہیں۔ اس کی وضاحت ضروری ہے۔ یہ ہرگز مراد نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ سچ میں سے وہ حصّہ لیا جو سب سے زیادہ اعلیٰ درجے کا حصّہ تھا اور اس کا اختیار کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا۔ حیاء میں سے وہ حصّہ لیا جو سب سے زیادہ اعلیٰ پائے کا تھا اور جسے اختیار کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا۔ ایثار میں سے وہ حصّہ لیا جو اس سے پہلے کسی اور کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ صبر میں سے وہ حصّہ لیا جس کی کوئی اور مثال دنیا میں دکھائی نہیں دیتی تو حظِ عظیم کہہ کر یہ نہیں فرمایا کہ بعض اخلاق میں آپ پیچھے رہ گئے، کچھ کو اختیار کر لیا اور کچھ چھوڑ دیئے۔ حظِ عظیم میں عظیم کا لفظ بتا رہا ہے کہ سب سے بالا، سب سے شاندار اخلاق کو آپؐ نے اپنا لیا اور جو چھوڑ دیئے ہیں وہ عام لوگوں کے اخلاق سنوارنے کیلئے بھی کافی ہیں۔ وہ ایسے اخلاق ہیں کہ جنہیں عام طور پر کوئی اختیار کرے تو ان کی وجہ سے ہی وہ بہت خلیق اور اعلیٰ اخلاق کے انسان کے طور پر دنیا میں شہرت پا لے۔ پس یہ بات تو صحیح ہے کہ باقی اخلاق بھی اگر مسلمان اپنا لیں تو وہ بھی اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا میں داخل ہو جائیں مگر ہمارے سپرد جو کام ہے وہ بہت عظیم ہے۔ اس لئے ہمیں عام اخلاق سے بڑھ کر وہ حصّہ جو محمّد رسول اللہؐ نے اپنے لئے چُنا ہے اس میں سے بھی کچھ آپؐ سے مانگنا چاہیئے اور اس میں سے بھی کچھ اپنے لئے اختیار کرنا چاہیئے یہ وہ مضمون ہے جسے اگر آپ اچھی طرح سمجھ جائیں تو آپ کی دعوت الی اللہ کا کام

مشکل ہونے کی بجائے آسان ہوجائے گا، مصیبت بننے کی بجائے ایک راحت میں تبدیل ہوجائے گا۔ ساری زندگی آپ اس کام میں لگے رہیں کبھی آپ نہیں تھکیں گے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم آخری سانس تک اس کام سے نہیں تھکے۔ آپ کو اِس تکلیف میں جو اِس راہ میں آپ اٹھاتے ہیں راحت ملے گی۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اس تکلیف میں راحت ملا کرتی تھی جو آپؐ اس راہ میں اُٹھاتے تھے۔

حظِّ عظیم سے حصّہ پائے بغیر ہمارا کام آسان نہیں ہوگا

پس حظِّ عظیم کی طرف توجہ کریں ہمارے سپرد جو کام ہے وہ اتنا بڑا اور اتنا مشکل ہے کہ اس کے بغیر یہ مشکل ہمارے لئے آسان نہیں ہوگی۔ اب تک جو مَیں دیکھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ بہت ہی کم ہیں جنہوں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اس طرف توجہ کی ہے۔ اور جماعتوں میں سے بھاری اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو جذبہ تو رکھتے ہیں لیکن ان کو ان کے نظام نے نہ تو باقاعدہ بچّے کی طرح تربیت کرتے ہوئے اپنایا اور طریقہ سکھایا ہے کہ کیسے تبلیغ کرنی ہے اور نہ اُن میں یہ استعداد ہے کہ وہ از خود دعوت الی اللہ کا کام کرسکیں۔ پس بہت سے لوگ ایسے ہیں جو داعیین الی اللہ بن سکتے تھے لیکن نہیں بن سکے۔ اس سلسلہ میں مَیں انشاءاللہ آئندہ خطبہ میں امراء کو نصیحت کروں گا۔ یہ انفرادی طور پر نصیحتیں ہیں جو جماعت کے ہر فرد سے تعلق رکھتی ہیں لیکن بہت سے ایسے ہیں جو نصیحت سُنتے ہیں، نصیحت پر عمل کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کرسکتے۔ ان کے لئے مربّی کی ضرورت ہوتی ہے اور مربّیوں کیلئے پھر باقاعدہ ایک نظام کی ضرورت ہے۔ باقاعدہ نظام کے تابع ایسے مربّی ہوں جو اُن بندوں تک پہنچیں، ان کی تربیت کریں اُن کو ادنیٰ سے اعلیٰ مقامات تک پہنچائیں۔ پس دونوں طرف باقاعدہ نگرانی کرنی ہوگی۔ کتنے احمدی ہیں جو خطبات کے اثر سے واقعۃً داعی اِلی اللہ بن گئے ہیں۔ کتنے ہیں جن کے اندر تمنائیں پیدا ہوئی ہیں لیکن وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑجاتی ہیں۔ کتنی جماعتیں ہیں جہاں تبلیغ کے نتیجہ میں نمایاں طور پر کثرت سے لوگ مسلمان ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ کتنی ہیں جہاں شاید تبلیغ ہو رہی ہے لیکن اثر کوئی نہیں ہو رہا۔ اگر آپ جماعتوں کے حالات کو —— CATAGORIES کے طور پر تقسیم کرنا شروع کریں تو آپ کو بہت سے ایسے گروہ ملیں گے جن کی طرف نظام جماعت کو باقاعدہ توجہ کرنی ہوگی۔ اگر وہ نہیں کریں گے تو وہ گروہ ضائع ہوجائیں گے۔ ان کے اندر ذاتی طور پر یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو عمل میں ڈھال سکیں۔ پس بہت سے کام ہیں جو نظامِ جماعت کو کرنے ہیں۔ بہت سے کام ہیں جو انفرادی ہیں لیکن امیرِ جماعت کی ذمہ داری ہے کہ وہ نظر رکھے کہ کتنے افراد ان انفرادی پروگراموں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر وہ ایک دفعہ کہہ کر غافل ہوجاتا ہے تو اُس نے اپنی امارت کا حق ادا نہیں کیا کیونکہ اس کے لئے بھی صبر کا مضمون ہے اور نصیحت کرنے والے کو سب سے زیادہ صبر میں سے حصّہ لینا چاہیئے۔ یہ مضمون بھی مَیں نے اسی آیتِ کریمہ سے سیکھا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جو یہ فرمایا کہ وہ حظِّ عظیم رکھنے والا انسان ہے تو پہلے صابرین کا ذکر کر دیا تھا اسمیں ایک بہت راز ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ صابر بنانے والا جس نے اپنے ساتھیوں کو ایسا صابر بنا دیا کہ خدا بڑے پیار سے ان کا ذکر کر رہا ہے وہ خود کتنے بڑے صبر والا ہوگا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جو خود صبر والا ہو وہی دوسرے کو صابر بنا سکتا ہے۔ جس میں آپ صبر نہ ہو وہ کسی کو صبر کی تلقین نہیں کرسکتا۔ اسی لئے فرمایا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے صبر کا اندازہ کرو، آپؐ نے صبر کا کتنا بڑا حصّہ پایا ہوگا۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جتنے ایمان والے صابر تم دیکھ رہے ہو یہ محمد مصطفیٰؐ کی کوششوں کا ہی پھل ہیں۔ اُنہی کے اخلاق کی خیرات کا یہ کرشمہ ہے کہ اتنے صبر کرنے والے پیدا ہوئے ہیں۔ پس تم بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے در سے صبر کی خیرات حاصل کرو۔ پھر تم دیکھو گے کہ تمہیں عظیم تبدیلیاں پیدا کرنے کی طاقت عطا ہوگی اور تم واقعۃً وہ کام کر دکھاؤ گے جو بظاہر ناممکن دکھائی دیتے ہیں۔ پس فرانس ہو یا جرمنی ہو یا ہالینڈ ہو یا دنیا کا کوئی اور ملک، ہر ملک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا ملک ہے کیونکہ آپؐ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ہر ملک کی جماعت کے افراد کا اوّلین فرض ہے کہ جس ملک میں رہتے ہیں، جس ملک کا نمک کھاتے ہیں، جس ملک کا پانی پیتے ہیں اس کے باشندوں کی طرف بھرپور توجہ کریں اور ان میں سے لیڈری کی صفات والے لوگ چُنیں خواہ وہ دشمنی میں آگے بڑھے ہوئے ہوں اگر وہ ہمت اور صبر اور اخلاقِ محمدی کیساتھ ان کو تبلیغ کریں گے تو مَیں یقین دلاتا ہوں کہ انہی دشمنوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دین پر جان نچھاور کرنے والے دوست پیدا ہوجائیں گے۔ خدا کرے کہ فرانس کی جماعت کو فرانس میں اور دیگر ملکوں کی جماعتوں کو دیگر ملکوں میں یہ روحانی انقلاب برپا کرنے کی توفیق عطا ہو۔

بارگاہ خلافت

یہ بارگاہ خلافت ہے احترام سے آ
کلام سوچ کے کر تو قدم بھی نرم اُٹھا

پکار دھیمی ہو تیری حضورِ آقا کے
نظر میں غضِّ بصر کی سی اپنی حالت لا

کریں کلام جو آقا کمال غور سے سُن
کلام حاملِ حکمت ہے میرے طاہر کا

تمام لفظ ہیں قطراتِ ابرِ نیساں کے
دہانِ دل جو کرے وا وہ موتی پائے گا

جو حکم رکنے کا دیں تجھ کو تو وہیں رک جا
بلائیں جب بھی قدم تیز و باوقار اُٹھا

اے داعیانِ الی اللہ آؤ مل کے چلیں
بلاوا آیا ہے آقا کا آ کہ جلدی آ

خلوصِ دل ہو اطاعت ہو جانسپاری ہو
ملا ہے اذنِ سفر ہم کو چل میرے ساتھ آ

(پروفیسر طفیل محمد آف ساہیوال
حال مانٹریال)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

TABSHIR — I WILL CAUSE THY MESSAGE TO REACH THE CORNERS OF THE EARTH

AHMADIYYA MUSLIM FOREIGN MISSIONS OFFICE

INTERNATIONAL HEADQUARTERS RABWAH, PAKISTAN

London Office: 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, U.K. Telephone: 081-870 6134
Cables: Islamabad London, Telex: 262433 MON REF.G 1292, Fax: 081-870 1095

U.S.A

Ref: T-
Date 08 APR 1993

RECEIVED 231 4-19-93

مکرمی ومحترمی امیر صاحب / مشنری انچارج صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

اُٹھیں ! اُٹھیں !! - اور — آسمان کی بلندیوں سے ہوکر زمین کی وسعتوں پر احاطہ کرنے والی **عالمی بیعت** کیلئے تیاری کریں۔

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ایک بابرکت تحریک، ایک الٰہی خواہش جو احمدیت کی تاریخ میں ایک نیا، درخشندہ باب کھول رہی ہے۔

حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ امسال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سیٹلائٹ کے ذریعہ ایک **عالمی بیعت** کا انعقاد ہوگا جس میں مختلف ممالک میں سے کم ازکم ایک ایک ہزار بیعت ہوگی لیکن بعض ممالک جہاں خدا تعالیٰ خاص نظر کرے گا وہاں سے توقع ہے کہ دس دس، بیس بیس ہزار بیعت بھی موصول ہوگی۔ انشاء اللہ۔

یہ بیعت اس طرح ہوگی کہ مثلاً ایک ملک میں بیعت کرنے والے افراد سیٹلائٹ ڈش کے ذریعہ بیعت میں شامل ہونگے اور یو کے میں ان کے نمائندگان جن کو اس غرض کیلئے جلسہ پر مدعو کیا جائے گا اُن کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ یہ ایسی انوکھی اور خدا کی نظروں میں پیاری بیعت ہوگی جو تمام روئے زمین پر حاوی ہوگی، یہ ایک ایسی بیعت ہوگی جو آسمان کی بلندیوں سے ہوکر زمین کی وسعتوں پر محیط ہوگی۔ یہ ضرور خدا کے حضور مقبول ہوگی۔

پس مبارک ہونگے وہ خوش بخت ممالک جہاں سے اتنی بیعتیں موصول ہونگی کہ انہیں جلسہ سالانہ میں نمائندگی کا شرف ملے گا — اور — مبارک ہونگے وہ سعید وفود جو بیعت کیلئے جلسہ پر بلائے جائیں گے اور وہ خدائی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے ہاتھ خدا کے پاک مسیحؑ کے خلیفہ کے ہاتھ میں دیں گے اور غلبۂ اسلام کیلئے امام مہدیؑ کی جماعت میں شامل ہونگے — اور مبارک ہونگے وہ وجود جو اس انفرادی نوعیت کی پہلی عالمی بیعت میں شامل ہوکر

امام مہدی علیہ السلام کے معاون و مددگار بن کر دینِ اسلام کی سربلندی کیلئے کوشاں ہونگے ۔

پس سلام و حمد کے ساتھ دعاؤں کے دوش پر اپنی رفتار کو تیز کریں ۔ اپنی کوششوں کو آنکھوں کے پانی سے سیراب کریں اور بیعتوں کی تعداد کو اتنا آگے لے جائیں کہ وہ اس مبارک موقعہ پر مقررہ معیار پر پہنچ جائے ۔ آج ہی اٹھیں اور منصوبہ بندی کریں اور میدان کو سر کرنے کیلئے ہر فردِ جماعت کو اس میں اتار دیں ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے ۔

آپ کے ملک سے ——— کم از کم پانچصد (5) بیعت کی توقع ہے ۔ امید ہے کہ اپنے پیارے آقا، خدا کے پاک مسیحؑ کے خلیفہ کی اس توقع کی لو کو آپ اور بڑھائیں گے ، ماند نہیں ہونے دیں گے ۔

والسلام

خاکسار

[دستخط]

بقیہ صفحہ ۲۲ سے

لئے ہے اور خدا کیلئے اس ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے ۔ آپ پہلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی تو آپ نے اس کے علاج میں یوں دوا دوی کی کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے ۔ اور ایک دنیادار دنیا کی عرف و اصطلاح میں اس سے زیادہ جانکاہی کر ہی نہیں سکتا ۔ مگر جب وہ فوت ہوگئی تو آپ یوں الگ ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں ۔ اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی ۔ یہ مصالحت اور مسالمت خدا کی قضاء و قدر سے بجز منجانب اللہ لوگوں کے ممکن نہیں ۔ "

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضؓ)

" بچوں کے ساتھ یہاں تک نیک سلوک تھا کہ ان کی طفلانہ باتیں ناگوار خاطر نہیں ہوا کرتی تھیں ۔ جاڑے کا موسم تھا ۔ میاں محمود احمد نے جو اُس وقت بچے تھے آپ کی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑا کنکر ڈال دیا آپ جب لیٹتے تو وہ کنکر چبھتا ۔ مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میری موجودگی میں حامد علی سے فرمانے لگے ۔ حامد علی چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے ۔ وہ حیران ہوئے اور آپ کے جسدِ مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگے اور آخر اُن کا ہاتھ کنکر سے جا لگا ۔ جھٹ جیب سے نکال لیا اور عرض کیا یہ کنکر تھا جو چبھتا تھا ۔ مسکرا کر فرمایا او ہو چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالا تھا اور کہا تھا آپ نکالنا نہیں میں اس سے کھیلوں گا ۔ "

(مجددِ اعظم مصنف ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جلد دوم صفحہ ۱۲۸۸ دسمبر ۱۹۴۰ء)

بقیہ صفحہ ۲۵ سے

قسم کھاتی ہو " وَرَبِّ مُحَمَّدٍ " یعنی محمد کے رب کی قسم اور جب ناراض ہوتی ہو تو یوں قسم کھاتی ہو " وَرَبِّ إِبْرَاهِيْمَ " یعنی ابراہیم کے رب کی قسم ۔ میں نے کہا : حضورؐ نے بالکل درست فرمایا ہے ۔ میں ایسے موقع پر صرف حضور کا نام ہی تو نہیں لیتی ۔ (صحیح مسلم ۔ کتاب الفضائل)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضؓ کی الماری میں کچھ کھلونے پڑے ہیں ۔ آپؐ نے پیار سے پوچھا اے عائشہ ! یہ کیا ہے ؟ حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا : یہ میری گڑیاں ہیں ۔ ان میں ایک گھوڑا بھی تھا ۔ جس کے کاغذ کے دو پر تھے ۔ آنحضورؐ نے حیرت سے فرمایا : کبھی گھوڑوں کے بھی پر ہوتے ہیں ۔ حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا : کیا آپؐ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے پر تھے اس پر آنحضورؐ کھلکھلا کر ہنس پڑے ۔ (ابوداؤد ۔ کتاب الادب)

قارئین کرام ! یہ تقویٰ پر مبنی محبت اور دلداری کی باتیں ہیں جن سے ہی انسان کی گھریلو زندگی جنت نظیر بنتی ہے ۔ آج ہمارے پیارے امام نے ہمیں توجہ دلائی ہے کہ اپنی بیویوں سے حسن سلوک کریں ۔ یاد رکھیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی ازواج کے ساتھ سلوک مثالی ہے ۔ اور آنحضورؐ کی عائلی زندگی ہم سب کیلئے بہترین نمونہ ہے ۔ جس پر عمل کرنے سے ہم سب کی زندگی بھی جنت نظیر بن سکتی ہے ۔

بقیہ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

یقینی کامیابی

آپ نے بعض دوائی ادارہ جات کی طرف سے یہ اشتہار پڑھا ہوگا کہ اگر آپ ہمارے ٹیسٹ پیپر پڑھ لیں تو یقیناً کامیاب ہو جائیں گے۔ اس طرح سے بعض حکماء اور ڈاکٹروں کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ فلاں دوائی استعمال کریں تو فلاں مرض میں یقیناً شفایابی ہو جائے گی مگر یہ انسان کی محنت اور تجربہ کا نتیجہ ہے جس میں کامیابی کا سو فیصدی امکان نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے محبوب اور سب سے زیادہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد مبارک ہے جس پر عمل کرنے سے سو فیصد کامیابی ضرور مل جاتی ہے اور کسی کے فیل ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ فرسٹ ڈویژن سے بھی زیادہ نمبر مل جاتے ہیں اور وہ ارشاد مبارک یہ ہے ا۔

اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ

کہ امام ایک ڈھال ہے اس کے پیچھے ہو کر لڑا جاتا ہے جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد انسانوں کو ملا ہے جس کسی نے بھی اس پر عمل کی توفیق پائی ہے کامیابی نے اس کے قدم چومے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ نظارہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بے شمار دفعہ انسانوں نے آزمایا اور کامیابی حاصل کی چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے لے کر آج تک جس انسان نے، جس خاندان نے، جس قوم نے، جس ملک نے اس نسخہ کیمیا کو آزمایا اس پر عمل کیا اس کی شرائط کو پورا کیا۔ خدا تعالیٰ نے ان پر فضل کر دیا۔ اگر آپ آج تجربہ کرنے کے خواہاں ہیں تو آیئے اپنے پیارے امام وقت کے ارشادات پر عمل کریں۔ یعنی

- نماز باجماعت ادا کریں۔
- روزانہ تلاوت قرآن پاک کریں۔
- دعوتِ الی اللہ کا کام کریں۔
- نیتوں کو درست کریں۔
- ہر تحریک میں حصہ لیں
- تقویٰ کی راہوں پر چلیں

تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔ اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوں گے اور فتح آپ کے یقیناً قدم چومے گی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کا بتایا ہوا نسخہ ہے جس میں ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس مبارک ارشاد پر عمل کی توفیق دے اور ہر اس راہ پر چلائے جس سے اس کی رضا حاصل ہو۔ دراصل اس کی رضا ہی تمام کامیابیوں کی بنیاد ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (احزاب آیت ۲۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عائلی زندگی

مَدَحْتُ إِمَامَ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّهُ لَأَرْفَعُ مِنْ مَدْحِي وَأَعْلَى وَأَكْبَرُ
وَصَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا أَيُّهَا الْوَرَى وَذَرُوا لَهُ طُرُقَ التَّشَاجُرِ تُوجَرُوا

محترم ڈاکٹر محمد جلال شمس - مربی سلسلہ ہمبرگ

خدائے بزرگ و برتر جل شانہ کی قدیم سے یہ سنّت ہے کہ جب بھی دنیا راہ راست سے بھٹک کر تاریکی اور ظلمات کا شکار ہو جاتی ہے، ان کی ہدایت کے لئے آسمان سے ایک نور نازل ہوتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کا کوئی مقدس بندہ سراپا نور بن کر اور انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے نورانی احکامات لے کر مبعوث ہوتا ہے۔ یہ مقدس سلسلہ حضرت آدم علیہ السّلام سے شروع ہؤا اور آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کے انبیاء وقتاً فوقتاً انسانوں کی راہنمائی کے لئے مبعوث ہوتے رہے وہ سب نورِ الٰہی کے مظہر تھے لیکن خدا تعالیٰ کے انوار کا سب سے کامل اور اعلیٰ اور اتم ظہور، سیدنا و مولٰنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات بابرکات کے ذریعہ ہوا۔ یہ وہ محبوب خدا ہے جسے خاتم النبیّین کے شاہانہ خطاب سے نوازا گیا۔ جسے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا گیا اور جسے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا۔ آپؐ کی مقدّس زندگی کا ہر پہلو درخشاں ہے۔ آپؐ کی ہر حرکت بے مثال ہے۔ آپؐ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، غرضیکہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا لمحہ بے نظیر ہے۔

عائلی زندگی سے مراد وہ تمام امور ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں یا اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ آنحضورؐ کا تعلق اپنے بڑوں کے ساتھ کیسا تھا؟ آپؐ کی گھریلو زندگی کیسی تھی؟ ازواج مطہرات کے ساتھ آپؐ کا کیا سلوک تھا؟ اپنی اولاد پر آنحضورؐ کس طرح شفقت و محبت فرماتے تھے؟ نوکروں اور غلاموں کی کس طرح دلداری فرماتے تھے؟ گھر میں آنحضورؐ کے اوقات کس طرح بسر ہوتے تھے؟ یہ وہ امور ہیں جن کے بارہ میں اس عاجز نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بوستانِ حیات میں سے چند پھول چنے جنہیں قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اس درِّ یتیم کی پرورش آپ کے چچا ابوطالب کے گھر میں ہوئی۔ آپ آنحضورؐ کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے۔ آپ کو آنحضورؐ کے ساتھ بے حد پیار تھا۔ حتیٰ کہ اپنے بچوں سے بھی زیادہ آنحضورؐ کے ساتھ محبت کرتے۔ آپ کے بچوں کو بھی آپ کی شاہ نشین تک پہنچنے کی اجازت نہ تھی لیکن آنحضورؐ کے ساتھ حضرت ابوطالب کا سلوک استثنائی رنگ کا تھا۔ آپ آنحضورؐ کو گود میں اٹھا لیتے اور شاہ نشین پر بٹھاتے۔ جب کوئی چیز بچوں میں تقسیم کی جاتی تو آپ اپنی اہلیہ سے کہتے کہ میرے بیٹے محمد کو بھی دو۔ حضرت ابوطالب اگرچہ زبان سے آنحضورؐ پر ایمان نہ لائے تھے لیکن دل سے آپ کی صداقت کے قائل تھے۔ آپ نے آخر دم تک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ساتھ دیا۔ اور اس راہ میں ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کیا۔ سیرت ابن ہشام میں حضرت ابوطالب کے ایک قصیدہ کا ذکر ہے جو آپ نے شعب ابی طالب میں آنحضورؐ کی شان میں لکھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

؎ وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

یعنی یہ میرا وہ چاند ہے جس کے مبارک چہرے کا واسطہ دے کر اگر بارش طلب کی جائے تو بارش برسنے لگتی ہے۔ یہ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کا ملجاء و ماویٰ ہے۔

حضرت ابوطالب نے قریش مکّہ کو چیلنج کیا کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہم پلّہ ایک بھی جوان اُن کے درمیان ہے تو اُسے نکالو۔ آنحضورؐ کو بھی آپ کے ساتھ بے حد محبّت تھی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آنحضورؐ نے آپ سے خواہش کی ایک بار زبان سے کلمہ شہادت

پڑھ دیں۔ لیکن رؤسائے قریش نے آپ کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ بالآخر آپ نے فرمایا دل جس بات کی تصدیق کرتا ہے زبان اس کا اقرار کرنے سے قاصر ہے۔ آپ نے قریش کو نصیحت کی کہ آنحضورؐ کو دکھ دینے سے باز آجائیں۔

(زرقانی جلد ۱)

آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن حضرت حلیمہؓ کو گود میں بسر ہوا تھا۔ آنحضورؐ کو اپنی رضاعی والدہ سے بے حد محبت اور آپ ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت حلیمہؓ تشریف لائیں۔ آنحضورؐ خوشی سے اُٹھے اور اپنی چادر بچھا کر حضرت حلیمہؓ کو بٹھایا۔ ابولہب کی لونڈی ثُوَیبہ نے بھی آنحضورؐ کو دودھ پلایا تھا۔ آپؐ ساری زندگی ان کی عزت کرتے رہے۔ اور تحائف بھجوا کر اُن کی دلداری فرماتے رہے۔ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کی پرورش کی تھی۔ آنحضورؐ کو اُن کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ جب اُن کی وفات ہوئی تو آنحضورؐ کی آنکھیں فرطِ غم سے آبدیدہ ہوگئیں اور آپ نے فرمایا: "جَزَاكِ اللّٰهُ مِنْ أُمٍّ خَيْرًا لَقَدْ كُنْتِ خَيْرَ أُمٍّ" اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین ماں بننے کی بہترین جزاء دے۔ فی الواقع آپ بہترین ماں تھیں۔

(صحیح بخاری کتاب المحاربین)

آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواجی زندگی کی ابتداء، حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنحضورؐ کے عقدِ مبارک سے ہوئی۔ آنحضورؐ کو آپ کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ روائت کرتی ہیں کہ:

مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا رَأَيْتُهَا وَلَكِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيجَةَ فَيَقُولُ إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ۔

(بخاری کتاب الفضائل باب فضل خدیجہؓ)

یعنی: "مجھے جتنا جوش حضرت خدیجہؓ پر آیا اتنا آنحضورؐ کی ازواج میں سے اور کسی پر نہیں آیا۔ حالانکہ میں نے آپ کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ لیکن آنحضورؐ اُن کا بکثرت ذکر فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات حضور کوئی بھیڑ ذبح کرکے اس کی بوٹیاں بناتے پھر اُسے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو تحفۃً بھجوا دیتے۔ بسا اوقات میں کہتی کہ یوں لگتا ہے جیسے دنیا میں خدیجہؓ کے سوا اور کوئی عورت ہی نہیں ہے۔ اس پر آنحضور فرماتے کہ ہاں وہ ایسی ہی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے اس سے اولاد بھی تو عطا فرمائی تھی۔"

ایک دفعہ کا ذکر حضرت خدیجہؓ کی چھوٹی بہن حضرت ھالہؓ آنحضور سے ملنے کے لئے آئیں جب انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو آنحضورؐ کو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں اور آپؐ کو بے انتہاء خوشی ہوئی۔ آپ فرطِ محبت سے اٹھے اور آگے بڑھ کر حضرت ھالہؓ کا استقبال کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے جوش آگیا اور میں نے کہا:

"وَمَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوزٍ مِنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ فَأَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهَا"

(بخاری۔ کتاب الفضائل)

یا رسول اللہ! آپ قریش کی اس بوڑھی عورت کا کیوں اتنا ذکر کرتے ہیں، جس کی کنپٹی کے سفید بال بھی مہندی لگانے کی وجہ سے سُرخ ہو چکے تھے۔ اور جس کو فوت ہوئے بھی زمانہ بیت گیا۔ خدا تعالےٰ نے آپؐ کو اس سے بہتر بیویاں عطا فرما دی ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک روائت کے مطابق آنحضورؐ نے فرمایا:۔

"إِنِّي قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا"

یعنی مجھے حضرت خدیجہؓ کی محبت خدا تعالےٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔

جنگِ بدر میں جو لوگ قید ہو کر آئے اُن میں آنحضورؐ کے داماد، ابوالعاص بھی تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آنحضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ مکہ میں ہی تھیں۔ انہوں نے خاوند کی رہائی کے لئے فدیہ کے طور پر ایک ہار آنحضورؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔ آنحضورؐ نے جب وہ دیکھا تو آپ کو یاد آیا کہ یہ ہار تو حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کے بعد وہ ہار واپس کر دیا۔

اِس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہادت بھی ذکر کر دی جائے جو حضرت خدیجہؓ نے آنحضورؐ کی صداقت کے بارہ میں پیش کی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپؐ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے اپنی گبھراہٹ کا ذکر کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے بے ساختہ کہا:۔

"كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا۔ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ"

(بخاری باب بدء الوحی)

ہر گز نہیں۔ خدا کی قسم، خدا تعالیٰ کبھی بھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ بلاشبہ آپ صِلہ رحمی کرتے ہیں۔ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ آپ وہ نیکیاں کرتے ہیں جو دُنیا سے غائب ہو چکی ہیں۔ مہمانوازی کرنے والے ہیں۔ مصیبت زدگان کی مدد فرماتے ہیں۔ (یا رسول اللہ خوش ہو جائیے۔ خدا تعالیٰ کس طرح آپ کو ضائع کر سکتا ہے)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق آنحضورؐ نے فرمایا:۔

"خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ"

یعنی مریمؑ اور خدیجہؓ اپنے اپنے زمانہ کی بہترین عورتیں تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں۔ اپنی ازواج کے ساتھ آنحضورؐ کا جو سلوک تھا وہ آپؐ کے اس ارشاد سے عیاں ہے کہ "خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي" یعنی تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بہترین سلوک کرتا ہے اور یاد رکھو کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ حسن سلوک کے لحاظ سے تم سب سے بہتر میں ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفَضِّلُ بَعْضَنَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْقَسْمِ مِنْ مُكْثِهِ عِنْدَنَا وَكَانَ قَلَّ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يَطُوفُ عَلَيْنَا جَمِيعًا فَيَدْنُو مِنْ كُلِّ امْرَأَةٍ مِنْ غَيْرِ مَسِيسٍ حَتّٰى يَبْلُغَ إِلَى الَّتِي هُوَ يَوْمُهَا فَيَبِيتُ عِنْدَهَا (سنن ابی داؤد ۔ کتاب النکاح)

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں سے کسی کو کسی دوسری زوجہ پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔ آپ ہر روز تمام ازواج کا حال پوچھنے کی خاطر ہر ایک کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور بالآخر جس زوجہ کی باری ہوتی اُس کے ہاں رات بسر فرماتے تھے۔

ایک اور روائت ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ متعدد کتب میں موجود ہے اس کے مطابق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضورؐ تمام ازواج کے ساتھ ظاہری امور میں یکساں سلوک فرماتے اور خدا تعالیٰ سے یہ دُعا کیا کرتے تھے۔

"اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ"

اے خدا! جو امور میرے اختیار میں ہیں اُن میں تو تمام ازواج کے ساتھ میرا سلوک یکساں ہے۔ لیکن جو بات میرے اختیار میں نہیں بلکہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہے یعنی دلی محبت اُس کے بارہ میں اے خدا مجھے ملامت نہ کرنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے...... آنحضرتؐ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپؐ ایسے خلیق ہیں۔" (ملفوظات جلد چہارم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کی روشنی میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عائلی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بہت ہی حسین نظارہ نظر آتا ہے۔ جس کا خلاصہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیان فرمودہ اس روائت میں بیان ہوا ہے جو مسند احمد حنبلؒ، شمائل ترمذیؒ اور ابن حبانؒ میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ

"آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر کی چار دیواری میں بہت ہی سادہ انسان کی سی زندگی بسر فرماتے تھے۔ آپؐ اپنے کپڑے دھو لیا کرتے تھے۔ نیز جانوروں کا دودھ بھی دوہ لیتے۔ اپنے کام خود ہی کر لیتے۔ کپڑوں کو خود ہی ٹانکہ لگا لیا کرتے تھے اور اپنے جوتوں کی مرمت بھی خود فرمایا کرتے تھے حتّٰی کہ اگر کوئی بالٹی ٹوٹ جاتی تو اُسے بھی خود اپنے دستِ مبارک سے ٹھیک کر لیا کرتے تھے۔"

صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ کی ایک روائت میں یہ ذکر بھی ہے کہ "آنحضورؐ نے کبھی کسی کھانے کو بُرا نہیں کہا۔ اگر آپؐ کو کھانا پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔"

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ شہنشاہِ دوجہاں اور آپ کے اہل خانہ کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ مدینہ میں آنحضورؐ کے گھر والوں نے آنحضورؐ کی وفات تک کبھی بھی لگاتار تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی۔ ایک روائت میں ذکر ہے کہ آنحضور کے دسترخوان پر صبح اور شام کے کھانوں میں کبھی بھی گوشت اور روٹی دونوں اکٹھے موجود نہیں ہوتے تھے

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جب پہلی بار، نرم اور باریک آٹے کا پھلکا پیش کیا گیا تو آپ رونے لگیں اور فرمایا کہ آنحضورؐ کی زندگی میں ہم جَو کے موٹے آٹے کی روٹیاں پکا کر آپؐ کی خدمت میں پیش کیا کرتی تھیں کیونکہ اس وقت نرم آٹا میسّر نہیں تھا۔ بعض اوقات پورا مہینہ گزر جاتا تھا لیکن گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ ہم لوگ کھجور اور پانی پر گزارا کیا کرتے تھے۔ اِسی حالت میں آنحضورؐ کی وفات ہوئی۔"

ایک دفعہ کچھ اصحاب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو گوشت اور روٹی پر مشتمل کھانا آیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے رونا شروع کر دیا۔ جب سبب پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا: مجھے آنحضورؐ کا زمانہ یاد آ گیا۔ آنحضورؐ نے اپنی وفات تک کبھی پیٹ بھر کر جَو کی سخت روٹی بھی نہیں کھائی تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضورؐ کی وفات ہوئی تو گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کھا کر ایک انسان اپنا پیٹ بھر سکے۔ البتہ میری الماری میں تھوڑے سے ستّو پڑے تھے۔ میں لمبا عرصہ کھاتی رہی لیکن وہ ختم نہ ہوئے۔ بالآخر ایک دن میں نے ان کو تولا تو وہ ختم ہو گئے۔

مدنی دور میں جب خوشحالی کا دور دورہ تھا، آنحضورؐ کی ازواجؓ نے آپؐ سے گذارش کی کہ اس تنگدستی کا کچھ ازالہ فرمائیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ○ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ○

(سورۃ احزاب آیت ۲۹۔۳۰)

یعنی: اگر تم دنیا کی زندگی اور دنیاوی ساز و سامان کو پسند کرتی ہو تو آؤ میں تمہیں خوب مال و متاع دے کر آرام سے رخصت کر دوں۔ اور اگر تمہیں خدا اور رسول اور دارِ آخرت سے محبت ہے تو یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نے تم میں سے نیک اعمال کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو تمام ازواج مطہرات نے دنیاوی آرام و آسائش پر خدا تعالیٰ اور اس کے مقدّس رسولؐ کو ترجیح دی اور تنگدستی کی زندگی کو صبر و رضا کے ساتھ قبول کیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی اور فرمایا: "إِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا" (بخاری کتاب الانبیاء)

یعنی اس بات کو پلّے باندھ لو کہ تم نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ نیز فرمایا: "خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِكُمْ" (ترمذی، کتاب النکاح)

یعنی تم میں سے بہترین وہ ہے جس کا اپنی بیوی کے ساتھ سلوک بہترین ہے۔ آنحضورؐ نے اپنے عمدہ نمونہ سے اس تعلیم پر عمل کرکے بھی دکھا دیا۔ آنحضورؐ کی مقدس زندگی میں سے بطور نمونہ صرف چند واقعات پیش کرتا ہوں۔
ایک دفعہ آنحضورؐ ایک سفر پر تھے۔ بعض ازواج بھی ساتھ تھیں۔ ایک غلام جس کا نام انجشہ تھا ایسے شعر پڑھنے لگا جن کی وجہ سے اونٹ تیز چلنے لگے۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا:

"یَا أَنْجَشَةُ! رُوَیْدَكَ سَوْقاً بِالْقَوَارِیْرَ"

اے انجشہ! آہستہ چلو کیونکہ اونٹوں پر نازک آبگینے سوار ہیں۔

اسی طرح ایک سفر میں آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ بھی آپ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھیں۔ اونٹ نے ٹھوکر کھائی اور آپؐ گر پڑے صحابہؓ کرامؓ اٹھانے کو دوڑے تو آپؐ نے فرمایا "اَلْمَرْأَةُ اَلْمَرْأَةُ" پہلے عورت کی خبر لو۔ پہلے عورت کی خبر لو۔

آنحضورؐ ازواج مطہرات سے اس قدر محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے کہ آپؐ کی زوجۂ مطہرہ جہاں سے برتن کو منہ لگا کر پانی پیتیں، آنحضورؐ بھی اسی جگہ منہ لگا کر پانی پیتے اور اسی طرح اپنی محبت کا اظہار فرماتے۔

ازواج مطہراتؓ کو بھی آنحضورؐ سے جو محبت تھی وہ اس ایک واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت میمونہؓ کا رخصتانہ "سرف" کے مقام پر ہوا تھا جو مکہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ نصف صدی سے بھی زائد عرصہ گزرنے کے بعد جب آپؓ کی وفات کا وقت آیا تو آپؓ نے وصیت کی کہ آپؓ کو اسی مقام پر دفن کیا جائے جہاں آپؓ کا رخصتانہ ہوا تھا۔ یہ دلی اور پاکیزہ محبت کا ایسا عظیم الشان مظاہرہ ہے جس کی نظیر دنیا کی رومانوی داستانوں میں کہیں بھی نظر نہیں آتی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد بیویاں کی۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ آپؐ آخری صاحب شریعت نبی ہیں۔ اور آپ کی رسالت مردوں اور عورتوں سب کے لئے ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ ایسی مبارک خواتین ہوتیں جو آنحضرتؐ کے سایۂ تربیت میں رہ کر اور آنحضورؐ سے فیض پا کر بالخصوص مستورات کو دین کے احکام سکھانے اور بتانے کے قابل ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام امہات المومنین نیکی اور تقویٰ کے نہایت ہی اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ حکم الٰہی:۔

"وَ اذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ آیَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ" (سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۵)

کے مطابق اُن کے اوقات علم دین سیکھنے اور سکھانے میں صرف ہوتے تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت چھوٹی عمر میں آنحضرتؐ کی زوجہ بننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ لہٰذا طبعاً آپؓ میں دینی علوم اور مسائل شرعیہ کو سمجھنے اور سیکھنے کی استعداد زیادہ تھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب "اَلْإِصَابَه" میں حضرت مسروق روایت کرتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے بزرگ اور کبار صحابہ کو حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے دینی مسائل معلوم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ علامہ ابن القیمؒ، زاد المعاد میں فرماتے ہیں:۔

"كَانَ الْأَكَابِرُ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِیِّ یَرْجِعُوْنَ إِلٰی قَوْلِهَا وَ یَسْتَفْتُوْنَهَا"

یعنی آنحضورؐ کے اکابر صحابہؓ بھی حضرت عائشہؓ کی بات کو ترجیح دیتے اور آپؓ سے فتویٰ پوچھتے تھے۔

یہ سب آنحضرتؐ کی مصاحبت کا فیض تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ کو بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ ایک موقع پر کسی نے آنحضرتؐ سے پوچھا" أَیُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَیْكَ" حضورؐ کو کس سے زیادہ کس کے ساتھ محبت ہے؟ آنحضورؐ نے فرمایا "عائشہؓ" سے۔ اس نے پوچھا مردوں میں سے حضور کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "أَبُوْهَا" یعنی عائشہ کے باپ سے۔
(ترمذی باب فضل عائشۃ)

ایک موقع پر آنحضورؐ نے فرمایا:

"فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ" (بخاری۔ باب فضل عائشۃ)

یعنی: عائشہؓ کو دیگر خواتین پر وہی فضیلت ہے جو عربوں کے سب سے لذیذ اور عمدہ کھانے ثرید کو دوسرے کھانوں پر حاصل ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ مقدس خاتون ہیں جن کے لحاف میں رسولِ خداؐ پر وحی کا نزول ہوتا ہے (بخاری باب فضل عائشۃ) اور جن کی خدمت میں حضرت جبریل امین نے سلام پیش کیا (بخاری) آنحضورؐ کی وفات بھی حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہوئی جب کہ آنحضورؐ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی گود میں تھا۔ آنحضورؐ آپؓ کی بہت دلداری فرماتے تھے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ میں آنحضورؐ کی موجودگی میں اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ لیکن وہ آنحضورؐ کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کھسک جایا کرتی تھیں۔ آنحضورؐ انہیں اکٹھا کر کے میرے پاس بھجوا دیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم۔ باب فضائل عائشۃ)

ایک دفعہ چند حبشی شمشیر زن آنحضورؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کو کرتب دکھانے کے لئے آئے۔ آنحضورؐ نے انہیں مسجد نبوی کے صحن میں تماشہ دکھانے کا ارشاد فرمایا اور حضرت عائشہؓ نے آنحضور کی اوٹ میں کھڑے ہو کر یہ فوجی تماشہ دیکھا۔ (بخاری۔ باب حسن المعاشرت)

ایک دفعہ آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا تو حضرت عائشہؓ آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصہ بعد آنحضورؐ نے دوبارہ دوڑ کا مقابلہ کیا تو آپؐ آگے نکل گئے اس پر آپؐ نے فرمایا "هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ" اے عائشہ! لو پہلی دوڑ کا بدلہ اتر گیا۔ (ابو داؤد۔ کتاب الجہاد)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عید کا دن تھا۔ حضرت عائشہؓ کی کچھ سہیلیاں آئیں اور خوشی سے کچھ معصومانہ گیت گانے لگیں۔ آنحضورؐ نے بھی خاموشی سے بچیوں کے شعر سُنے اور کچھ نہ کہا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور آپؓ نے اُن لڑکیوں کو ڈانٹا۔ اس پر آنحضور نے فرمایا: ابوبکرؓ! جانے دو۔ آج عید کا دن ہے۔ بچیاں خوشی سے گیت گا رہی ہیں۔ ان کو منع نہ کرو۔ (بخاری۔ کتاب العیدین)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضور نے فرمایا عائشہ! جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو مجھے فوراً پتہ لگ جاتا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسولَ اللہ کس طرح؟ آپؐ نے فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو یوں

باقی صفحہ ۱۷ پر

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا اپنے

اہلِ خانہ سے حُسنِ سلوک

از: "سیرتِ احمدؐ" - مؤلفہ: مکرم لئیق احمد صاحب طاہر، مبلغ انگلستان

انسان گھر سے باہر تو بناوٹ اور تکلف سے کچھ کا کچھ نظر آسکتا ہے لیکن اس کی حقیقت اور اصلیت گھر کے بے تکلف ماحول میں اپنی اصل صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ تبھی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ

کہ تم میں سے بہترین وہ ہے جو اندرونِ خانہ اچھا ہے۔ اپنے اہلِ خانہ سے سلوک میں اچھا ہے اور یاد رکھو میں تم سب کی نسبت اپنے اہلِ خانہ سے حسنِ سلوک میں بہتر ہوں۔

آئیے دیکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ سلوک کیسا تھا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بد زبانی کا ذکر ہوا کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضرت اس بات سے بہت کشیدہ خاطر ہوئے۔ اور فرمایا ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ جن دنوں امرتسر میں ڈپٹی آتھم سے مباحثہ تھا۔ ایک رات خان محمد شاہ مرحوم کے مکان پر بڑا مجمع تھا۔ اطراف سے بہت سے دوست مباحثہ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ حضرت اس دن جس کی شام کا واقعہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں معمولاً سر درد سے بیمار ہو گئے تھے۔ شام کو جب مشتاقانِ زیارت ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے حضرت مجمع میں تشریف لائے۔ منشی عبدالحق صاحب لاہوری پنشنر نے کمال محبت اور رسم دوستی کی بنا پر بیماری کی تکلیف کی نسبت پوچھنا شروع کیا اور کہا کہ آپ کا کام بہت نازک اور آپ کے سپرد بھاری فرائض کا بوجھ ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال رکھا کریں۔ اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کے لئے ہر روز تیار ہونی چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا "ہاں" بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتیں اس پر ہمارے پرانے مؤحد خوش اخلاق، نرم طبع مولوی عبداللہ غزنوی کے مرید منشی عبدالحق صاحب فرماتے ہیں" اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے۔ میرا یہ حال ہے کہ مَیں کھانے کے لئے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ناممکن ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے اور میرے کھانے کے اہتمام میں کوئی فرق آجائے۔ ورنہ ہم دوسری طرف خبر لے لیں۔ مَیں ایک طرف بیٹھا تھا منشی صاحب کی اس بات پر اس لئے کہ یہ بات بظاہر میرے محبوب کے حق میں تھی اور مَیں خود فرطِ محبت سے اسی سوچ میں بیمار رہتا تھا کہ معمولی غذا سے زیادہ عمدہ غذا آپ کے لئے ہونی چاہیئے۔ ایک دماغی محنت کرنے والے انسان کے حق میں لنگر کا معمولی کھانا بَدَلِ مَا يَتَحَلَّلُ نہیں ہو سکتا" اس بنا پر مَیں نے منشی صاحب کو اپنا بڑا مؤید پایا اور بے سوچے سمجھے (درحقیقت ان دنوں الہیات میں میری معرفت ہنوز بہت سادہ سی چاہتی تھی) بوڑھے صوفی اور عبداللہ غزنوی کی صحبت کے تربیت یافتہ تجربہ کار کی تائید میں بول اٹھا کہ ہاں حضرت منشی صاحب درست فرماتے ہیں۔ حضور کو بھی چاہیئے کہ درشتی سے یہ بات منوائیں حضرت نے میری طرف دیکھا اور تبسم سے فرمایا" ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہیئے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صہ۴-۵)

ایک بار فرمایا:۔

"میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی کو بلند آواز سے بُلایا اور مَیں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا اس کے بعد مَیں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا۔ اور بڑے خضوع وخشوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہاں معصیت کا نتیجہ ہے۔"

(سیرت مسیح موعودؑ از حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صہ۶)

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّلؓ فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی سفر میں تھے سٹیشن پہنچے تو ابھی گاڑی کے آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی

صاجبہ کے ساتھ سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جنکی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے بہت سے لوگ اسٹیشن پر موجود ہیں۔ آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاجبہ کو کہیں الگ جگہ بٹھا دیا جائے۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں تو نہیں کہتا آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت ہیں بیوی صاجبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضور نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ حضرت خلیفہ اوّل فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب مُنہ نیچے ڈالے میری طرف آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب جواب لے آئے؟

(سیرت المہدی —— حصّہ اوّل صہ ۶۳)

اولاد سے حُسنِ سلوک

ہم میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جو اپنی اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں راہِ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں۔ بہت ایسے ہیں جو اولاد سے توہین آمیز سلوک بھی روا رکھتے ہیں۔ ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تو فرمایا تھا أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ کہ اپنی اولادوں کی عزت کیا کرو۔ آئیے جائزہ لیں کہ حضرت مہدیؑ کا اپنی اولاد سے سلوک کیسا تھا۔ چند واقعات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

۱) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

محمود کوئی تین برس کا ہوگا۔ آپ لدھیانہ میں تھے میں بھی وہیں تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ مردانہ اور زنانہ میں دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا وقت ہوگا۔ جو میں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرت کے اِدھر اُدھر کی باتوں میں بہلانے کی آواز آئی۔ حضرت اُسے گود میں لئے پھرتے تھے۔ اور وہ کسی طرح چُپ نہیں ہوتا تھا۔ آخر آپ نے کہا کہ دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے۔ بچے نے نئے مشغلے کی طرف دیکھا اور ذرا چُپ ہوا۔ پھر وہی رونا اور چلّانا اور یہ کہنا شروع کیا۔ "ابّا تارے جانا" کیا مجھے مزا آیا اور پیارا معلوم ہؤا آپ کا اپنے ساتھ یہ گفتگو کرنا۔ یہ اچھا ہؤا۔ ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی اِس نے اس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکال لی۔" آخر بچّہ روتے روتے خود ہی جب تھک گیا چپ ہوگیا۔ مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی کا یا شکایت کا آپ کی زبان سے نہ نکلا۔

(مجدّدِ اعظم صہ ۱۲۴)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"میاں بشیر احمد صاحب چھوٹے تھے تو اُن کو ایک زمانے میں شکر کھانے کی بہت عادت ہو گئی تھی۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے "ابا چِٹی" حضرت صاحب تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اٹھتے۔ کوٹھری میں جاتے۔ شکر نکال کر اُن کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دست سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے "ابا چِٹی" (چِٹی شکر کو کہتے تھے کیونکہ بولنا پورا نہ آتا تھا اور مراد یہ تھی کہ چِٹّے رنگ کی شکر لینی ہے) حضرت صاحب پھر اٹھ کر اُن کا سوال پورا کر دیتے غرض اس طرح ان دنوں میں روزانہ کئی کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی۔ مگر حضرت صاحب باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے۔ بلکہ ہر دفعہ ان کے کام کے لئے اُٹھتے تھے۔ یہ ۱۸۹۵ء یا اس کے قریب کا ذکر ہے۔"

(سیرت المہدی حصّہ سوم صہ ۳۰۵ طبع اوّل روایت ۹۷۲)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازے بند کر کے بیٹھا کرتے ہیں ایک لڑکے نے دستک بھی دی اور منہ سے بھی کہا ہے "ابا بوا کھول" آپ وہیں اُٹھتے ہیں اور دروازہ کھولا ہے۔ کم عقل بچّہ اندر گھُستا ہے اور ادھر ادھر جھانک تانک کر اُلٹے پاؤں نکل گیا ہے۔ حضرت نے پھر معمولاً دروازہ بند کر لیا ہے۔ دو ہی منٹ گزرے ہوں گے جو پھر موجود اور زور زور سے دھکّے دے رہے ہیں اور چلّا رہے ہیں" ابا بوا کھول" آپ پھر بڑے اطمینان سے اور جمعیت سے اُٹھے ہیں اور دروازہ کھول دیا ہے۔ بچّہ اب کی دفعہ بھی اندر نہیں گھستا۔ ذرا سر ہی اندر کر کے اور کچھ منہ میں بڑبڑا کر پھر اُلٹا بھاگ جاتا ہے۔ حضرت بڑے ہشاش بشاش بڑے استقلال سے دروازہ بند کر کے اپنے نازک اور ضروری کام پر بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی پانچ منٹ ہی گزرے ہیں تو پھر موجود اور پھر وہی گرما گرمی اور شورا شوری کہ "ابا بوا کھول" اور آپ اُٹھ کر اُسی وقار اور سکون سے دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اور منہ سے ایک حرف تک نہیں نکالتے کہ تو کیوں آتا اور کیا چاہتا ہے اور آخر تیرا مطلب کیا ہے جو بار بار ستاتا اور کام میں حرج ڈالتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ گنا کوئی بیس دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت کے منہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولٰنا عبدالکریم سیالکوٹیؓ صہ ۱۹)

آپ بچّوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے تھے کہ ایک سر سری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبّت کسی کو نہ ہوگی اور بیماری میں اس قدر توجّہ کرتے اور تیمار داری اور علاج میں ایسے محو ہوتے کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے

باقی صہ ۱۵ پر

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین

کے

الزام کا جواب

آج سے تقریباً ڈیڑھ دو سو سال قبل برِصغیر پاک و ہند میں مختلف مذہبی تحریکات میں بیداری کی امنگیں جواں ہونے لگیں تو ان میں اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لیے باقاعدہ اور منظم جدّوجہد شروع ہوئی۔

۱۸۰۰ء میں انگلستان سے ایک عیسائی مناد ولیم کیری صاحب بنگال میں وارد ہوئے تاکہ برصغیر پاک و ہند میں "خدا کی بادشاہت" قائم کریں۔ بعد ازاں جلد ہی اس خطۂ ارض پر پادریوں کی مسلسل آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہوگیا اور آمد و رفت کی رفتار تیز تر ہوتی چلی گئی اور تقریباً نصف صدی تک عیسائیت مضبوط قدموں کے ساتھ وہاں قائم ہوگئی۔ حتیٰ کہ ۱۸۸۸ء میں پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے اپنی تقریر میں یہ بیان دیا کہ:

"جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔"

(دی مشنز۔ مصنّفہ آر کلارک، مطبوعہ لندن ص ۲۳۴)

۱۸۹۷ء میں امریکہ سے مشہور عیسائی مناد ڈاکٹر جان ہنری بیروز کو ہندوستان بلوایا گیا۔ انہوں نے برّصغیر کا طوفانی دورہ کرکے جگہ جگہ لیکچر دیے اور ان لیکچروں میں عیسائی سلطنت کے دبدبہ اور حکومت اور ان میں عیسائیت کے غلبہ و استیلاء کا نہایت پرشکوہ الفاظ میں نقشہ کھینچنے کے بعد انہوں نے خاص طور پر اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا بڑے فاتحانہ انداز میں ذکر کیا اور کہا:-

"اب میں اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورتحال اس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے جب قاہرہ دمشق اور تہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے ذریعہ مکّہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگی اور بالآخر وہاں صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ حقیقی اور واحد خدا کو اور یسوع مسیح کو جانیں جس کو تو نے بھیجا ہے"

(بیروز لیکچرز ص ۴۲)

برِصغیر پاک و ہند عملاً ایک ایسے اکھاڑے کی شکل اختیار کر گیا تھا کہ جس میں مذاہبِ عالم کی کشتی کھیلی جا رہی تھی۔ خصوصاً ہندومت، عیسائیت اور اسلام بڑے وسیع پیمانہ پر اور انتہائی گرمجوشی کے ساتھ برسرِ پیکار تھے مذکورہ بالا مذاہب کے علماء جہاں ایک دوسرے کو عقائد کے لحاظ سے مات دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے وہاں اس پیکار کی ایک ناپسندیدہ صورت یہ بھی اختیار کرلی گئی کہ وہ بانیانِ مذاہب کی ذات پر گند اچھالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے اور اس پہلو سے دوسرے کی جس قدر زیادہ دل آزاری ہوتی اتنی ہی اپنے مذہب کی برتری گردانی جاتی۔

علاقہ پر تسلط انگریزی حکومت کا تھا اور واضح طور پر عیسائیت کی حکمرانی تھی اس لیے یہ ماحول، یہ فضا اور یہ وقت اگر عیسائیوں کے لیے ہر پہلو سے سازگار تھا تو مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ ناسازگار۔ کیونکہ مسلمانوں کے لیے ان کی مقدس شریعت قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہر نبی اور ہر قوم کے ہادی کی عزّت و تکریم کرنا ایمان کا لازمی جزو تھا اور ان کے مقدس و معصوم ہونے پر ہر مسلمان کامل یقین رکھتا تھا لہٰذا وہ کسی نبی اور ہادی کی توہین و تحقیر تو کجا، ان کی ذرّہ بھر تخفیف بھی گناہ کبیرہ تصور کرتے تھے۔

جبکہ اس کے برعکس عیسائی اپنی مقدس کتاب کے مطابق حضرت عیسٰیؑ کے بعد کسی اور نبی پر ایمان لانا ضروری نہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا پادریوں کو مذہب اسلام پر زہرافشانیوں اور دنیا کی سب سے مقدس ہستی، سرورِ کائنات فخرِ دو عالم، سردارِ انبیاء، خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ہرزہ سرائیوں کے لیے کھلی چھٹی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ادب و احترام کا پاس تو کجا وہ انسانیت کی حدود کو بڑی بے رحمی سے پھلانگ رہے تھے۔ ایسی کتب جن میں ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ظلم کی حد تک یاوہ گوئی کی گئی تھی کروڑوں کی تعداد میں برّصغیر میں شائع کی گئیں۔ ان کتابوں میں جو دل آزار زبان استعمال کی گئی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پادری عماد الدین نے جب کتاب "ھدایۃ المسلمین" شائع کی تو وہ اس قدر دل آزار کلمات سے مملو تھی کہ اس پر اسے خود عیسائیوں نے ملامت کی۔ چنانچہ پادری کرلون کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والا اخبار "شمس الاخبار لکھنؤ" اپنی ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۵ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:-

"پادری عمادالدین کی تصنیفات کی مانند نفرتی نہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اور اگر ۱۸۵۷ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اس شخص کی بدزبانیوں اور

بے ہودگیوں سے ہوگا۔" [1]

حکومت وقت کی طرف سے تحفّظ کے خمار اور مذہبی آزادی کے ناجائز تصوّر نے پادریوں کی قلموں کو حدّ درجہ طعن آمیز اور زبانوں کو بہت دراز کردیا تھا۔ اس صورتحال کا کچھ اندازہ حال ہی میں مسلمانوں کے جذبات کی اس انگیخت سے لگایا جاسکتا ہے جو ننگِ انسانیت سلمان رشدی کے زہر آشام ناول نے پیدا کی۔

یہ وہ حالات تھے اور یہ وہ ماحول تھا کہ ہر مسلمان جہاں خونِ دل پی کر رہ جاتا تھا وہاں اسے احساسِ شکست خوردگی مزید مایوسیوں اور محرومیوں کی طرف دھکیل رہا تھا کیونکہ اعتقادی مجبوری اور معاشرتی بے بسی اس کو پا بہ زنجیر کیے ہوئے تھی۔ اگر وہ وہی زبان حضرت عیسیٰؑ کے لیے اختیار کرتا جو پادری حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کرتے تھے تو یہ اقدام اپنے ہی عقائد اور اعتقاد کا خون کرنے کے مترادف تھا۔

اس صورتحال میں مسلمان علماء نے پادریوں کی ہرزہ سرائیوں کا ترکی بہ ترکی جواب دینے اور مسلمان عامۃ النّاس کو مایوسیوں کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے ایک حکمتِ عملی اختیار کی جو یہ تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ قرآن کریم میں بیان شدہ عظیم المرتبت نبی اللہ مسیح عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کے مقابل پر اناجیل جس یسوع کی تصویر پیش کرتی ہیں وہ دراصل حقیقی عیسٰی ابن مریم نہیں اور وہ شخص نہیں جو بنی اسرائیل کی طرف رسول بن کر آیا تھا اور خدا کا مقدس نبی تھا۔ اس لیے انہوں نے عیسائیوں کی اس مسلّمہ شخصیّت کو جو اناجیل میں یسوع کے نام سے موسوم ہے، اپنے اعتراضات کا ہدف بنایا اور اناجیل میں بیان شدہ واقعات اور احوال کو اس طرح پیش کیا کہ اس فرضی شخصیّت کی تخفیف ہو اور مسیحیوں کو اس آئینہ میں اپنا چہرہ نظر آجائے اور اپنی حیثیت کا علم ہو جائے۔ اور اس طرح وہ نبی پاک سلطان الصادقین خاتم المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دین کے بارہ میں زبانِ طعن دراز کرنے سے باز رہیں۔ لیکن یہ ایک مجبوری تھی جس کو اختیار کیے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک سو سال قبل کے اس پس منظر میں اور ان حالات میں دفاعی طور پر الزامی جواب دینے والوں کو موردِ الزام ٹھہرانا کہ وہ نعوذ باللہ نبی اللہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے تھے، کسی حامیٔ دینِ اسلام اور عاشقِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں۔ یہ تو سراسر انصاف کا دامن چھوڑنے کے مترادف ہے یا محض فتنہ پردازی اور شرانگیزی ہے۔ ان علماء نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ذاتِ بابرکات کو ہدفِ اعتراض نہیں بنایا بلکہ اس ذات کو اناجیل کے آئینہ میں پیش کیا ہے جو عیسائیوں کے نزدیک مسلّمہ شخصیت ہے اور جس کا نام یسوع ہے جس کا قرآن کریم میں بیان شدہ نبی اللہ عیسٰی علیہ السلام سے دُور کا بھی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر چند علماء کے حوالے پیش ہیں۔

(۱) علمائے اہل سنّت کے مقتدا مولوی رحمت اللہ مہاجر مکّی اپنی کتاب "ازالۃ الاوہام" میں لکھتے ہیں:۔

(i) "اکثر معجزاتِ عیسویہ را معجزات ندانند زیراکہ مثل آنہا ساحراں ہم میسازند و یہود آنجناب را چوں نبی نمے دانند وہمچو معجزات ساحر میگویند۔" صفحہ ۱۲۹

کہ اکثر معجزاتِ عیسویہ کو معجزات قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ ایسے کام تو جادوگر بھی کر لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہود آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے اور اُن کے معجزات کو ساحروں کے معجزے قرار دیتے ہیں۔

(ii) "جنابِ مسیح اقرار میفرمایند کہ یحیٰی نہ نان میخورانیدند نہ شراب مے آشامیدند و آنجناب شراب ہم مے نوشیدند و یحیٰی در بیابان مے ماندند و ہمراہ جنابِ مسیح بسیار زنان ہمراہ مے گشتند و مال خود را مے خورانیدند و زنان فاحشہ پایہا آنجناب را بوسیدند و آنجناب مرتا و مریم را دوست میداشتند و خود شراب برائے نوشیدند دیگر کساں عطا مے فرمودند۔" صفحہ ۳۷

جنابِ مسیح خود اقرار فرماتے ہیں کہ یحیٰی بیابان میں قیام پذیر تھے، نہ عورتوں سے میل رکھتے تھے اور نہ شراب پیتے تھے لیکن مسیح خود شراب پیتے تھے اور آپ کے ہمراہ کئی عورتیں چلتی پھرتی تھیں اور آپ ان کی کمائی سے کھاتے تھے اور بدکار عورتیں آپ کے پاؤں کو بوسے دیتی تھیں اور مرتا اور مریم آپ کی دوست تھیں۔ آپ خود بھی شراب پیتے تھے اور دوسروں کو بھی دیتے تھے

(iii) "ونیز وقتیکہ یہودا فرزند سعادت مندشاں از زوجہ پسر خود زنا کرد و حاملہ گشت و فارض را کہ از آباء و اجداد سلیمانؑ و عیسٰی علیہما السلام بود۔" صفحہ ۴۰۵

کہ یہودا نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی اور فارض پیدا ہوا جو کہ حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسٰی کے آباؤ اجداد میں سے ہے

(۲) یہ کتاب ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہے اور عیسائیوں کو الزامی جواب دینے کی غرض سے مرتب کی گئی۔ اس کتاب کے حاشیہ پر اہلسنت والجماعت کے جیّد عالم مولوی آل حسن صاحب نے کتاب استفسار لکھی۔ جس میں وہ رقمطراز ہیں:

(i) "اور ذرے گریبان میں سر ڈال کر دیکھو کہ معاذ اللہ حضرت عیسٰی کے نسب نامہ مادری میں دو جگہ تم آپ ہی زنا ثابت کرتے ہو" صفحہ ۳ (یعنی تامار اور اوریا)

(ii) "دوسرے یہ کہ حضرت عیسٰی اپنے مخالفوں کو کتّا کہتے تھے۔ اگر ہم بھی ان کے مخالفوں کو کتّا کہیں تو دینی تہذیب اخلاق سے بعید نہیں بلکہ عین تقلیدِ عیسوی ہے۔" صفحہ ۹۸

(iii) "عیسٰی بن مریم کہ آخر درماندہ ہوکر دنیا سے انہوں نے وفات پائی۔" صفحہ ۲۳۲

(iv) "اور سب عقلاً جانتے ہیں کہ بہت سے اقسام سحر کے مشابہ ہیں معجزات سے خصوصاً معجزاتِ موسویہ اور عیسویہ سے۔" صفحہ ۳۳۶

(v) "یسوع نے کہا۔ میرے لیے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو

باقی صفحہ ۲۸ پر

---

[1] اس کے علاوہ کتاب دافع البہتان[1] مصنفہ پادری رانکلین ؛ رسالہ مسیح الدجال[2] مصنفہ ماسٹر رام چندر عیسائی ؛ سیرت المسیح والمحمد[3] مصنفہ ٹھاکر داس ؛ اندرونہ بائیبل[4] مصنفہ ڈپٹی عبداللہ آتھم ؛ کتاب محمد کی تواریخ کا اجمال[5] مصنفہ پادری ولیم ؛ ریویو براہین احمدیہ[6]، مصنفہ پادری ٹھاکر داس ؛ سوانح عمری محمد صاحب[7]، مصنفہ اورنگ واشنگٹن ؛ اخبار نور افشاں[8]، امریکن مشن پریس لدھیانہ ؛ تفتیش الاسلام[9] مصنفہ پادری راجرس ؛ نبی معصوم[10]، مطبوعہ امریکن پریس لودھیانہ وغیرہ پادریوں کی گندہ دہنی کی جامع دستاویزیں ہیں۔

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ کا ذکرِ خیر

ایک نیک بی بی کی یاد میں

محترم مولانا محمد منور صاحب، سابق مبلغ افریقہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا گھر جنّتِ ارضی کی مثال بنا رہا ہے۔ میری پہلی شادی ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ ہمارے گھر کا ماحول نہایت خوشگوار رہا بارہ سال بعد دوسری شادی ہوئی۔ اس کے بعد بھی اہلی زندگی بے حد پُرسکون رہی۔ بچے بڑے ہوئے اور اُن کی شادیوں کا مرحلہ آیا۔ تب بھی ہم میں باہم اتحاد و اتفاق رہا۔ عمر بھر ہم نے جہیز کا معاملہ گفتگو کا موضوع نہ بنایا۔ میری بیویاں میرے عزیزوں اور بزرگوں سے احترام سے پیش آئیں اور میں ان کے والدین کا پورا پورا ادب کرتا رہا۔

جب ہم گھر میں اکٹھے ہوتے تو ایک دوسرے پر جان نثار کرتے اور جب مَیں خدمتِ دین کے لئے ملک سے باہر چلا جاتا تو بھی دلوں میں دوری کا خیال تک نہ آتا۔ والدہ مبارک احمد جن کا انتقال ۶ جون ۹۲ء کو ہوا میری زوجیت میں باون سال رہیں۔ مَیں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ اس عرصہ میں ۲۶ سال وہ مجھ سے دور رہیں۔ تنہائی میں عورتوں کو کئی قسم کی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن خدا کی اس نیک بندی نے کبھی شکایت نہ کی۔ ایک دو بار صرف اس قدر لکھا کہ افسوس ہے اپنی بیماری کی وجہ سے پردیس میں مَیں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر رہی۔ ہر حال میں صبر کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں زندگی بخشی ہے جب اس کی مرضی ہوگی ہمیں باہم اکٹھا کر دیگا۔ والدہ مبارک احمد محبت اور وفا کا مجسمہ تھیں اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اس شعر کی کامل مصداق کہ

صادق آں باشد کہ ایّامِ بلا
مے گزارد با محبّت با وفا

مَیں نے ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ان کے دل میں سب کے لئے خیر ہی خیر اور ہمدردی ہی ہمدردی کے جذبات تھے۔ اس لئے ان کی وفات سے دل پر شدید چوٹ لگی ہے۔ ہماری جنّت کے جو پانچ کونے تھے۔ دو بیویاں، دو بچے اور خاوند۔ ان میں سے ایک خدا تعالیٰ کے حکم سے الگ ہو گیا ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ مجھے جب ان کی جدائی کا غم زیادہ دباتا ہے تو عالمِ خیال میں صوفی تبسّم کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے۔

شاید تمہیں بھی چین نہ آئے میرے بغیر
شاید یہ بات تم بھی گوارا نہ کر سکو

ہمارے پیارے آقا کا یکم اگست ۱۹۹۲ء کا جلسہ سالانہ لندن کے دوسرے دن کا خطاب جس میں حضور انور نے احمدی خواتین کی متعدد قربانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ میرے لئے مہمیز بن گیا ہے۔ ذیل کی سطور میں مَیں نے جدا ہونے والی حُور صفت کے کچھ اوصاف حمیدہ ان کے لئے دعا کی درخواست کے ساتھ درج کئے ہیں۔ امید ہے جان سے پیارے آقا اور میرے تمام روحانی بہن بھائی ان کے درجات کی بلندی کے لئے دُعا کر کے ممنون فرمائیں گے اور میرے لئے بھی نیک انجام کی اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

۲۵ دسمبر ۱۹۴۰ء کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ہمارے نکاح کا بیتِ مبارک میں اعلان فرمایا۔ رخصتانہ کے لئے ۲۹ دسمبر کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ جامعہ احمدیہ کے قریب ابا جان نے ایک نیا مکان کرائے پر لے لیا اور محترم خاں صاحب سے دریافت کیا کہ بارات میں کتنے افراد شامل کئے جائیں۔ حضرت خاں صاحب نے جواباً فرمایا کہ بیٹی تو مَیں نے ایک ہی کو دینی ہے۔ آپ جتنے افراد شامل کرنا پسند کریں کر لیں۔

صرف افرادِ خانہ پر مشتمل چند افراد بارات کے ساتھ گئے۔ اور رخصتانہ لے آئے۔ میرے چچا جان بھی اس شادی پر بہت خوش تھے۔ کیونکہ یہ معاملہ حضرت دادا جان کی منظوری سے طے پایا تھا۔ اور ان کی اطاعت ہر حال میں ان پر واجب تھی۔ چند دن کے بعد جلسہ کی رخصتیں ختم ہو گئیں۔ میرے والدین اپنی بہو کو لے کر لودھراں چلے گئے اور مَیں ہاسٹل جامعہ احمدیہ لوٹ آیا اور تعلیم حسبِ معمول جاری رہی۔

آئندہ سال ابا جان قادیان آئے اور محلہ دارالفضل میں ہمارے لئے ایک مکان خرید لیا۔ ہم بالا خانے میں رہنے لگے اور نچلا حصہ کرائے پر دے دیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد والدہ محترمہ بھی ہمارے پاس آگئیں۔ اپنی بھانجی کو بھی تعلیم کے لئے قادیان لے آئیں۔ جس نے بعد میں میری دوسری بیوی بننا تھا۔ میری پہلی بیوی ہم سب کی خدمت میں مصروف ہوگئیں۔

اگلے سال مَیں نے درجہ ثانیہ کا امتحان دیا۔ جو پنجاب یونیورسٹی کا مولوی فاضل کا امتحان کہلاتا تھا۔ مَیں اپنی جماعت میں اوّل یونیورسٹی میں سوم اور فرسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوا۔ میری بیوی نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ کو یہ پوزیشن میری وجہ سے ملی ہے مجھے اس سے اختلاف کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور ان کی بات مان لی گئی۔

ہمارے مولوی فاضل کے امتحان کے بعد حضرت سیدنا مصلح موعودؓ نے مسلسل خطبات جمعہ میں جماعت کے نوجوانوں کو وقف زندگی کیطرف

بلایا۔ مَیں نے بیوی سے مشورہ کیا انہوں نے کہا۔ اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوگی۔ مَیں نے وقف زندگی کا فارم پُر کر دیا۔ وقف منظور ہو گیا۔ پہلے مہینے کے اختتام پر مجھے دس روپے الاؤنس ملا۔ ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی وقف بھی منظور اور ساتھ روپے بھی۔

جنوری ۱۹۴۶ء سے دسمبر ۴۶ء تک کا عرصہ ہم میاں بیوی نے الگ الگ گزارا اور یہ ہمارا کامیاب تجربہ ثابت ہوا۔ ابھی اس سے سخت امتحان آگے آنے والے تھے۔

گھریلو زندگی میں بچوں کی پیدائش ایک قدرتی معاملہ سمجھا جاتا ہے۔ جب کچھ سال شادی کے بعد یونہی گزر گئے تو میری والدہ محترمہ کو فکر دامنگیر ہوا۔ کئی جگہ سے علاج کرایا گیا۔ مگر کارگر نہ ہؤا۔ بلکہ کہا گیا کہ اولاد ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسے حالات میں دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ ہو جاتی ہے۔ بہت سے بزرگانِ سلسلہ سے دعا کی درخواست کی۔ مزنگ لاہور کے حضرت قاضی حبیب اللہ صاحب صحابی مسیح موعود علیہ السلام ان دنوں قادیان میں تھے ان سے بھی دعا کی التجاء کی۔

تھوڑے دنوں کے بعد میری گھر والی نے ایک خواب دیکھا۔ اس کی تعبیر حضرت قاضی صاحب نے یہ فرمائی کہ ہمارے ہاں بیٹا ہوگا۔ مگر خاموشی بدستور قائم رہی اور حالات جوں کے توں رہے۔ اتنے میں ہندوستان تقسیم ہوگیا۔ قادیان بھارت کا حصہ بن گیا۔ فسادات شروع ہو گئے۔ اور ہم گھر بار سامان (جس میں جہیز کا سامان بھی شامل تھا) چھوڑ کر بورڈنگ تحریک جدید میں پناہ گزیں ہو گئے۔ بسوں کا ایک بڑا قافلہ پاکستان سے قادیان آیا۔ اس میں عورتیں بچے اور بوڑھے پاکستان کے لئے روانہ ہو گئے میری والدہ محترمہ، بیوی اور ہونے والی بیوی بھی اپنے وطن ملتان چلے گئے۔ اباجان اور مَیں قادیان رہ گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد اباجان کو بھی محکمہ ڈاکخانہ جات نے بلالیا اور مَیں درویش قادیان بننے کے لئے قادیان میں رُک گیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد مجھے حکم ملا کہ پاکستان سے باہر جانے کیلئے لاہور چلا جاؤں۔ چنانچہ وسط نومبر ۴۷ء میں جو آخری قافلہ قادیان سے لاہور گیا۔ مَیں اس میں شامل ہوگیا۔

میرا قیام لاہور میں تھا۔ بیوی ملتان شہر میں تھی۔ حضرت داداجان والدہ محترمہ اور دوسرے رشتہ دار گاؤں میں تھے۔ اباجان۔ بصیر پور منٹگمری میں ملازمت پر تھے۔ اس اثناء میں وکالت تبشیر کی طرف سے ارشاد ملا کہ یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو افریقہ کے لئے روانہ ہونا ہے۔

جماعت کی حالت نہایت بے سروسامانی کی تھی۔ اس کے باوجود ہمارے پیارے اولوالعزم آقا نے پانچ مربیوں کا قافلہ حسب پروگرام یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو پُرسوز دعا کے ساتھ لاہور (رتن باغ) سے روانہ فرمایا۔ تین مغربی افریقہ کے لئے اور دو مشرقی افریقہ کے لئے۔ چونکہ جہازوں کا ملنا مشکل تھا۔ اس لئے سیٹیں بھی بک نہ کرائی گئیں اور یہیں حکم ہوا کہ کراچی پہنچ کر خود انتظام کریں۔

ہم نے اپنی وکالت کو بتا دیا تھا کہ ہمیں اپنے عزیزوں سے بھی ملنا ہے۔ اس کے بعد کراچی جانا ہوگا۔ مکرم مولانا عبدالکریم صاحب شرما اور خاکسار نے مشرقی افریقہ جانا تھا۔ ہم نے مشورہ کیا کہ ملتان سٹیشن پر اُتر کر اپنے رشتہ داروں سے مل کر جلد از جلد آگے روانہ ہو جائیں گے۔

خاکسار کے سسرال محلہ کوٹلہ تولے خاں میں مقیم تھے۔ میری بیوی بھی وہیں تھیں۔ ایک رات وہاں گزاری اور وہی ملاپ بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری کے آثار کے ظہور کا موجب بن گیا۔ اگلے روز مَیں گاؤں روانہ ہوگیا اور سب رشتہ داروں سے ملاقات کے بعد براستہ ملتان کراچی چلا گیا۔

کراچی سے ہمیں مارچ میں ایک بحری جہاز میں جگہ ملی۔ مگر وہ ہمیں بمبئی پہنچا کر واپس چلا آیا۔ بمبئی میں ایک ہفتہ قیام کے بعد ہمیں دوسرا جہاز ملا جو مولانا شرما صاحب اور خاکسار کو مشرقی افریقہ لے گیا۔ مولانا شرما صاحب کو ٹانگانیکا اور مجھے کینیا جانا تھا۔ یکم اپریل ۱۹۴۸ء کو مَیں نیروبی پہنچا اور چند وہاں ٹھہرنے کے بعد مجھے صوبہ نیانزا میں تعینات کر دیا گیا۔

صوبہ نیانزا میں میرا قیام لوانڈا (LUANDA) میں تھا۔ وہاں اور بھی کئی مربی صاحبان موجود تھے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے خوب دل لگا کر کام کرنے کی توفیق پائی۔ وہیں مجھے اباجان کا خط ملا کہ آپ کی بیوی کی طبیعت ملتان میں خراب رہتی تھی۔ اس لئے انہیں ہم اپنے پاس بصیر پور لے آئے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنا ایک خواب لکھا کہ محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب ہمارے ہاں آئے ہیں اور مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے۔ اس کی تعبیر بھی انہوں نے لکھ دی کہ آپ کے ہاں بیٹا ہوگا اور اس کا نام مبارک احمد رکھیں گے۔

ابھی لوانڈا ہی میں تھا کہ سات اکتوبر ۴۸ء کو عزیز مبارک احمد کی پیدائش کی خوشخبری مل گئی۔ لیکن میں نے عزیز کو اس وقت دیکھا جب اس کی عمر قریباً چار سال کی ہو چکی تھی۔ اس وقت (یعنی ۱۹۵۲ء میں) اباجان منٹگمری (موجودہ ساہیوال) میں مقیم تھے۔

۱۹۵۰ء میں اباجان نے مطلع فرمایا کہ میرے چچا (ان کے چھوٹے بھائی) نے لکھا ہے کہ ان کی بیٹی شادی کے قابل ہو گئی ہے۔ انکی خواہش ہے کہ اعلان نکاح کر دیا جائے۔ مَیں نے جواباً عرض کیا کہ مَیں تو واقفِ زندگی ہوں۔ اپنے بارے میں مَیں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر دوسری شادی کی حاجت بھی نہیں ہے۔ بیوی اور بچہ موجود ہیں۔ اس لئے اگر آپ ضروری سمجھیں تو حضور کی خدمت میں معاملہ پیش کر دیں۔ حضور نے رشتہ کرنیکی اجازت دے دی اور ساتھ ہی شرط لگائی کہ دونوں بیویوں کو افریقہ بھیجنا ہوگا۔

جب وکالت تبشیر کی طرف سے مجھے اس مضمون کا خط ملا۔ تو طبعی طور پر پریشانی ہوئی۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ مَیں نے اباجان کو وکالت نامہ بھجوادیا کہ وہ میری طرف سے رضامندی کا اعلان کر دیں چچاجان نے خود ہی نکاح کا اعلان کر دیا اور مجھے اطلاع بھجوا دی گئی۔

نومبر ۱۹۵۲ء میں مجھے پاکستان آنے کی اجازت ملی۔ میرے پہنچنے سے پہلے میری دوسری بیوی ہمارے ہاں ساہیوال پہنچ چکی تھیں۔ لمبا عرصہ بیرون ملک رہنے کی وجہ سے میری صحت کافی خراب ہو چکی تھی۔ میں شادی کے موڈ میں نہیں تھا۔ لیکن اباجان نے خود ہی ۲۴ نومبر کی تاریخ مقرر فرما دی شادی کے لئے کسی کو مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ دلہن کے والدین کو بھی اس تاریخ سے مطلع نہیں کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ جماعت ساہیوال کے کسی فرد کو اس کا علم نہیں تھا۔

۲۴ تاریخ کو شادی ہوگئی۔ بعد میں بذریعہ خط دلہن کے والدین کو اطلاع دے دی گئی کہ آپ کی بیٹی بیاہی گئی ہے۔

حضور کے فیصلے کے مطابق دونوں بیویوں کو افریقہ بھجوانا تھا۔ ان کے پاسپورٹ بنوائے گئے اور اپریل ۵۳ء میں عزیز مبارک احمد اور دونوں بیویوں کو ساتھ لے کر واپس نیروبی پہنچ گیا۔ چند ماہ نیروبی ٹھہرنے کے بعد ہمیں صوبہ نیانزہ بھجوا دیا گیا۔

صوبہ نیانزا میں تین سال کام کرنے کے بعد ہماری تبدیلی نیروبی ہوگئی کرائے کے مکانوں میں رہائش رہی۔ لیکن نیروبی کی آب دہوا والدہ مبارک احمد کو راس نہ آئی۔ انہیں دمہ کی سخت تکلیف شروع ہوگئی۔ کسی علاج سے صحت حاصل نہ ہو سکی۔ آخر ڈاکٹر نے تبدیلیٔ آب دہوا کا مشورہ دیا۔ مَیں انہیں ایک ماہ کے لئے ساحلی شہر ممباسہ لے گیا۔ وہاں جاتے ہی ان کی صحت ٹھیک ہوگئی۔ ایک مہینہ کے بعد جب واپس نیروبی آئے تو نیروبی ریلوے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے ہی انہیں دمہ کا عارضہ شروع ہوگیا۔ میری دوسری بیوی دن رات ان کی دیکھ بھال میں لگی رہتیں اور مجھے دینی کام کرنے کے لئے کافی وقت مل جاتا۔

اگست ۵۸ء میں مجھے دو ماہ کے لئے کینیا سے باہر جانے کا حکم ملا اس کے لئے میں بخوشی تیار ہوگیا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میری غیر حاضری میں بھی دونوں بیویاں حسبِ معمول ایک دوسری کا بھی اور بچّوں کا بھی عمدگی سے خیال رکھیں گی۔ فی الحقیقت ایسا ہی ہؤا۔ جب میں شمالی روڈیشیا (موجودہ زمبیا) اور نیاسا لینڈ (موجودہ ملاوی) کا دورہ مکمل کر کے واپس نیروبی پہنچا تو خدا تعالیٰ کے فضل سے سب کو امن وسکون سے رہتے ہوئے پایا۔

۶۰ء کے اواخر میں پاکستان لَوٹے۔ ۱۹۶۱ء میں بچّوں کو ربوہ میں چھوڑ کر واپس کینیا چلا گیا۔

میری غیر حاضری میں بھی میری دونوں بیویوں کا باہم معاملہ غیر معمولی طور پر قابلِ تعریف رہا۔ کبھی جھگڑے کی نوبت نہ آئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ صرف مَیں ہی واقفِ زندگی نہ تھا۔ میری دونوں بیویاں بھی عملاً اپنے آپ کو دینی خدمت کے لئے وقف کر چکی تھیں۔ ان کی ہمیشہ یہ خواہش اور کوشش رہی کہ وہ مجھے خدمتِ دین کے لئے زیادہ سے زیادہ فرصت مہیا کریں۔

ہماری یہ حالت دیکھ کر بعض ناواقف عورتیں والدہ مبارک احمد سے دریافت کرتیں کہ کیا یہ آپ کی بیٹی ہیں۔ تو وہ کہتیں۔ یہ مولوی صاحب کی دوسری بیوی ہیں۔ یہ سن کر وہ متعجب ہوتیں کہ بظاہر تو ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ والدہ مبارک احمد نے کبھی سوت یا سوکن کا لفظ استعمال نہیں کیا نہایت صبر وتحمل بلکہ محبت اور شفقت کا سلوک ایک دوسری سے کرتی رہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس بے نفسی کا احسن بدلہ دے۔

عزیزہ امتہ الباسط ایاز صاحبہ نے والدہ مبارک احمد کی وفات کی خبر روزنامہ الفضل میں پڑھ کر لندن سے ہمیں تعزیتی خط لکھا ہے اس میں بڑے افسوس کے اظہار کے علاوہ انہوں نے لکھا ہے کہ آپا آمنہ مثالی بیوی تھیں۔

اس بات میں شک ہی کیا ہے کہ عورت کی فطرت چاہتی ہے کہ اسے خاوند کی پوری محبّت حاصل رہے۔ کسی قسم کی شراکت اسے کلیتہً ناپسند ہوتی ہے۔ لیکن والدہ مبارک اکثر کہا کرتی تھیں کہ جب شریعت نے مرد کے لئے تعدد ازدواج کی گنجائش رکھی ہے اور حضور نے بھی آپ کو دوسری شادی کی اجازت دے دی ہے۔ تو مَیں اِسے ناپسند کیسے کر سکتی ہوں۔ گویا نفس کو بالکل مار دیا گیا تھا۔

صرف اسی پر بس نہیں۔ والدہ مبارک مجھ سے انتہائی احترام کا سلوک کرتی تھیں میاں بیوی میں محبت تو ہوتی ہے لیکن ان میں ادب کا مادہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ باون سال کی ازدواجی زندگی انہوں نے کبھی میرے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے جن میں کسی قسم کی درشتی اور ہتک پائی جاتی ہو۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے بھی وہ مثالی بیوی تھیں۔ ورنہ عام انگریزی مقولہ ہے کہ محبت اور لڑائی میں سبھی کچھ جائز ہوتا ہے۔

غریب عورتوں کے ساتھ ان کا سلوک بھی مثالی تھا۔ کسی کو اپنے سامنے زمین پر بیٹھنے نہیں دیتی تھیں ہمیشہ چارپائی یا کرسی پیش کرتیں اور نقد جنس یا کپڑوں سے ان کی مدد کرتیں۔

مالی قربانی یا چندوں کی ادائیگی میں بھی ان کا قدم بہت آگے تھا۔ پانچویں حصہ کی وصیّت تو انہوں نے قادیان ہی میں کر دی تھی۔ جو چھ جون ۹۲ء تک (جو اِن کا یوم وفات تھا) باقاعدگی سے ادا کرتی رہیں۔ آخری رسید کی تاریخ چھ جون ہی ہے۔ تحریک جدید، وقفِ جدید اور لجنہ کے فرض اور طوعی چندہ جات بھی باقاعدگی سے ادا کرتی رہیں۔ گذشتہ رمضان میں مَیں نے انہیں بتایا کہ ہمارے حلقہ کی بیت سلام کا برآمدہ بن رہا ہے۔ مَیں اس میں اپنا چندہ ادا کر آیا ہوں۔ یہ سنتے ہی پچاس روپے کا نوٹ مجھے دیا کہ میری طرف سے بھی ادا کر دیں۔ مَیں نے کہا کہ صدر محلہ ہٰذا نے اعلان کیا ہے کہ محلے والوں سے سو روپے کم از کم لئے جائیں۔ اس پر وہ سو روپے لے آئیں یہ آخری نفلی چندہ تھا جو خدا کے گھر کی تعمیر کے لئے انہوں نے دیا۔

والدہ مبارک احمد کی کئی نیک خواہشات اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائیں پہلی تو یہی بیٹا ہونے کی خواہش۔ جو سات سال کے بعد نہایت عمدہ رنگ میں پوری ہوئی عزیز کی پیدائش سے پہلے ہی انہوں نے بچّے کو دین کے لئے وقف کرنے کا ارادہ کیا ہؤا تھا۔ اسی نیت سے انہوں نے اس کی اچھی تربیت کی اور ہر روز دعائیں کرتے ہوئے اسے پروان چڑھایا۔ جب عزیز نے ایم اے اسلامیات کا امتحان پاس کر لیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کا عارضی وقف قبول فرماتے ہوئے سیرالیون بھجوا دیا۔ پھر حضرت امام رابع نے ان کا مستقل وقف قبول فرما لیا اور تعلیمی فرائض کے ساتھ ساتھ دعوتِ الی اللہ کی خدمت بھی سپرد فرمائی۔ والدہ کے لئے یہ امر بڑے اطمینان کا باعث ہوا۔

والدہ مبارک کو شوق تھا کہ جب وہ فوت ہوں تو مَیں ان سے راضی ہوں انہوں نے سُنا ہؤا تھا کہ جس بیوی پر خاوند خوش ہو وہ جنّتی ہوتی ہے۔ گذشتہ عید الفطر کے روز میری طبیعت سخت خراب تھی۔ اس عید سے پہلے ساری جماعت پر جو قیامت گزر گئی تھی اس نے مجھے سخت بے چین کر رکھا تھا۔ بار بار خیال آتا کہ ہمارے پیارے امام آج عید کیونکر منائیں گے۔ ذرا سی حرکت سے بھی دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی اور پوری تیاری کے باوجود میں نے عید کے لئے نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ (یہ اکیلی عید ہے جس سے محروم رہا ہوں) والدہ مبارک کی طبیعت بھی خراب تھی۔ وہ بھی عید کے لئے نہ جا سکیں۔ معلوم نہیں۔ انہیں کیا خیال آیا کہ آہستگی سے مجھے کہا کہ زندگی کا اعتبار نہیں اس لئے بہتر ہے کہ ایک دوسرے کی غلطیاں معاف کر دیں۔ مَیں نے انہیں تسلّی دلائی کہ ان کی طرف سے میرا دِل ہمیشہ صاف رہا ہے۔ نہ اب، نہ پہلے کبھی مَیں ان سے ناراض ہوا ہوں۔ خوشی سے ان کا چہرہ تمتما اٹھا۔ کیا معلوم تھا کہ وہ مجھ سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کر رہی ہیں۔ کیونکہ اس معافی کے جلد بعد وہ یہ جہانِ فانی ہمیشہ کیلئے چھوڑ گئیں۔

بقیہ صفحہ ۲۴ سے

یہ شاعرانہ مبالغہ ہے۔ اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت کرنا کہ اقبح ترین ہے۔" صفحہ ۳۴

(vi) اِن (پادری صاحبان) کا اصل دین وایمان آکر یہ ٹھیرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بن کر خون حیض کا کئی مہینے تک کھاتا رہا اور علقہ سے مضغہ بنا۔ مضغہ سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں اور اس کے مخرج معلوم سے نکلا اور رگھتا موتا رہا۔ یہاں تک کہ جوان ہوکر اپنے بندے یحییٰ کا مرید ہوا اور آخر کار ملعون ہوکر تین دن دوزخ میں رہا۔" صفحہ ۵۱-۳۵۰

(vii) "انجیل اوّل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاؤ اور بڑے شرابی تھے۔" صفحہ ۳۵۴

(viii) "جس طرح اشعیاہ اور عیسیٰ علیہما السلام کی بعض بلکہ اکثر پیشگوئیاں ہیں جو صرف بطور معمّے اور خواب کے ہیں جس پر چاہو منطبق کرلو یا باعتبار ظاہری معنوں کے محض جھوٹ ہیں۔ یا مانند کلام یوحنا کے محض مجذوبوں کی سی بڑ ہیں۔ ویسی پیشگوئیاں البتہ قرآن میں نہیں ہیں۔" صفحہ ۳۶۶۔

(ix) "پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ جھوٹ ہے اور کرامتیں اگر بالفرض ہوئی بھی ہوں تو ایسی ہی ہوں گی جیسے مسیح دجّال کی ہونے والی۔" صفحہ ۳۶۹

(x) تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ بہتیری رنڈیاں اپنے مال سے حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں۔ پس اگر کوئی یہودی ازراہ خباثت اور بدباطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوشرو نوجوان تھے۔ رنڈیاں ان کے ساتھ صرف حرامکاری کے لیے رہتی تھیں۔ اس لیے حضرت عیسیٰ نے بیاہ نہ کیا اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں کیا جواب ہوگا؟ اور پہلی انجیل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں حضرت عیسیٰ نے مخالفوں کا خیال اپنے حق میں قبول کرکے کہا کہ میں تو بڑا کھاؤ اور شرابی ہوں۔ پس دونوں باتوں کے ملانے سے اور شراب کی بدمستیوں کے لحاظ سے جو کوئی کچھ بدگمانی نہ کرے سو تھوڑا ہے۔ اور دشمن کی نظر میں کیسی تن آسانی اور بے ریاضتی حضرت عیسیٰ کی بوجھی جاتی ہے۔" صفحہ ۳۹۰-۳۹۱

بقیہ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

جلسہ سالانہ امریکہ ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ جون کو نیویارک میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ۔

اسیران راہ مولیٰ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ مارچ میں مکرم عبید اللہ علیم صاحب کی جس نظم کا ذکر فرمایا تھا وہ حسب ارشاد حضور انور شائع کی جا رہی ہے

باہر کا دھن آتا جاتا اصل خزانہ گھر میں ہے
ہر دھوپ میں جو مجھے سایا دے وہ سچا سایا گھر میں ہے

پاتال کے دکھ وہ کیا جانیں جو سطح پہ ہیں ملنے والے
ہیں ایک حوالہ دوست مرے اور ایک حوالہ گھر میں ہے

مری عمر کے اِک اِک لمحے کو میں نے قید کیا ہے لفظوں میں
جو ہارا ہوں یا جیتا ہوں وہ سب سرمایہ گھر میں ہے

تو ننھا منّا ایک دیا میں ایک سمندر اندھیارا
تو جلتے جلتے بجھنے لگا اور پھر بھی اندھیرا گھر میں ہے

کیا سوانگ بھرے روٹی کے لیے عزت کے لیے شہرت کے لیے
سنو شام ہوئی اب گھر کو چلو کوئی شخص اکیلا گھر میں ہے

اِک ہجر زدہ بابل پیاری ترے جاگتے بچوں سے ہاری
اے شاعر کس دنیا میں ہے تو تری تنہا دنیا گھر میں ہے

دنیا میں کھپائے سال کئی آخر میں کھلا احوال یہی
وہ گھر کا ہو یا باہر کا ہر دکھ کا مداوا گھر میں ہے

ہیں جن کی باتیں خدا کی باتیں

جمالِ مہر و وفا کے قصے کمال صدق و صفا کی باتیں
جو ہو سکے تو سنائے جاؤں تمہیں حبیبِ خدا کی باتیں

ہوا کے رخ پر دیئے جلائے۔ نئے نئے راستے دکھائے
ستم کے ماروں کا دل بڑھاتی ہیں اُنکے صبر و رضا کی باتیں

یہ دل بھی اُنکا ہے جاں بھی اُنکی یہ روح بھی مدح خواں ہے اُن کی
نبھائے جاؤں گا مرتے دم تک۔ انہی سے عہدِ وفا کی باتیں

وہی ہیں اوّل وہی ہیں آخر، ازل بھی اُن کا ابد بھی اُن کا
رہیں گی تا حشر اب زبانوں پہ خاتم الانبیاء کی باتیں

میں داعیٔ دینِ مصطفےٰ ہوں۔ فدائیٔ دینِ مجتبےٰ ہوں
ڈرا سکیں گی نہ میرے دل کو کبھی سزا و جزاء کی باتیں

وہ بے کسوں کے غموں کا مرہم۔ ہے ذکر جن کا دلوں کی شبنم
وہی تو ہیں ہادیٔ دو عالم ہیں جن کی باتیں خدا کی باتیں

وہ خوبصورت، وہ خوب سیرت، وہ پیکرِ حلم اور مروّت
ہیں بد تریں دشمنوں کے لب پر بھی اُن کے مہر و وفا کی باتیں

قدم قدم اُن کی رہنمائی۔ جہاں جہاں ان کی روشنائی
فضا میں پھیلی ہوئی ہیں اب تک سکوتِ غارِ حرا کی باتیں

مری لگن اُن کا آستاں ہے یہی تڑپ تو متاعِ جاں ہے
کبھی تو ہونگی شفیعِ محشر سے ثاقبِ بے نوا کی باتیں

ثاقب زیروی

ضروری اعلان

گزشتہ ماہ خاکسار نے صدر صاحبان سے
درخواست کی تھی کہ وہ اپنے ہاں کے قابل شادی
لڑکوں اور لڑکیوں کے کوائف خاکسار کو
بھجوائیں اور اگر کسی کے پاس مقررہ فارم نہ ہوں
تو سادہ کاغذ پر مطلوبہ معلومات جلد از
جلد فراہم کریں تاکہ خاکسار اپنے مفوضہ فرائض
انجام دے سکے۔ خاکسار نہایت افسوس کے
ساتھ اعلان کرتا ہے کہ تین یا چار جماعتوں کے
سوا کسی جماعت کے صدر صاحب یا سیکرٹری
رشتہ ناطہ نے اس اعلان کو قابل توجہ
نہیں سمجھا۔ خاکسار ایک مرتبہ پھر اعلان کرنے
پر مجبور ہے کہ آپ کے تعاون کے بغیر خاکسار
اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتا اس لئے
جلد توجہ فرمائیں۔

نیز تمام مربیان صاحبان کی خدمت میں
بھی درخواست ہے کہ وہ جب کوئی نکاح پڑھائیں
فوراً اس کی اطلاع خاکسار کو ضرور دیں تاکہ خاکسار
اپنا ریکارڈ درست رکھ سکے خاکسار اس تعاون کے
لئے بے حد ممنون ہوگا۔

خاکسار آفتاب احمد بسمل نیشنل سیکرٹری رشتہ ناطہ
6924 21 Ave. # 2-F
BROOKLYN. NY. 11204
Tel: 718-256-2735

Books for Sale
کتب برائے فروخت

1: The Philosophy of The Teachings of Islam P.B. $2.00

2: Jesus among The lost Sheep $3.50

3: The Gulf Crisis & The New World order $5.00

4: A Man of God (New Edition) $15.00

5: Invitation to Ahmadiyyat $8.00

6: Islam and Human Rights $4.00

7: Ahmadiyyat The Renaissance of Islam $10.00

8: Essence of Islam I $10.00

9: Way of the Seekers $3.00

—ooo—